تاریخ ترک تقلید

تالیف

ڈاکٹر علامہ خالد محمودؒ



النعمان سوشل میڈیا سروسز


بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاریخ ترکِ تقلید

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد:

اجتہاد اور تقلید دو لفظ ساتھ ساتھ چلے ہیں. مجتہد اور مقلد دو متقابلے کے لفظ ہیں. اسلام میں اجتہاد کا وجود بتلاتا ہے کہ غیر مجتہد کے لیے غیر منصوص مسائل میں مجتہد کی پیروی کا حکم ہے. اگر سرے سے اجتہاد کا انکار کر دیا جائے تو تقلید کی نفی بھی ساتھ ہی ہو جائے گی. نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری

لفظ تقلید کا اصل مقابل اجتہاد ہے. نادان اہل حدیث اسے حدیث کے مقابل لیتے ہیں. یوں کہتے سُنے گئے کہ فلاں تقلید پر چلتا ہے اور فلاں حدیث پر ـــــ خواہ مخواہ حدیث اور تقلید کو ایک دوسرے کے مقابل لا کھڑا کرتے ہیں ـــــ الفاظ جب اپنے غیر محل میں استعمال کیے جائیں تو پھر غلط فہمیاں بڑھتی ہیں اور اختلافات اور پھیلتے ہیں. جہلاء اہلحدیث کے اس غلط استعمال نے امت میں بہت بے ڈھب تفریق پیدا کر دی ہے.

علمائے اہلحدیث میں ہمارے کرم فرما مولانا محمد اسماعیل (آف گوجرانوالہ) صاحب شکریے کے مستحق ہیں کہ انہوں نے تقلید کے مقابل ترکِ تقلید کا نام تحریک آزادیٔ فکر رکھ کر اس کی تاریخ سے پردہ اُٹھا دیا ہے. آپ کے کہنے کا حاصل یہ ہے کہ تقلید مقلدین کو پابندیوں میں جکڑتی ہے اور ترکِ تقلید انسان کو اسلاف کی پابندیوں سے آزاد کرتی ہے. اہلحدیث کی تحریک اصل میں تحریک آزادیٔ فکر ہے جو انگریز ہندوستان میں پیدا کرنا چاہتے تھے کہ جس طرح بھی ہو سکے مسلمانوں کو ان کے ماضی سے بیگانہ اور انہیں فتاویٰ عالمگیری سے دُور رکھ کر انہیں فکر و نظر اور ہمت و عمل میں بالکل آزاد کر دیا جائے.

تقلید کے مقابل اب یہ تین لفظ ہمارے سامنے آ گئے. ۱. تقلید اور اجتہاد. ۲. تقلید اور عمل بالحدیث. ۳. تقلید اور آزادیٔ فکر ـــــ پہلا استعمال علمائے محققین کا ہے کہ علمی دنیا میں دو ہی طرح کے لوگ ہیں مقلد یا مجتہد. غیر مقلدین کسی علمی پیمانے کے ناپ تول میں نہیں آتے ـــــ دوسرا استعمال جہلاء اہلحدیث کا ہے. جو بغیر کسی علمی درجے کا علم رکھنے کے عمل بالحدیث کے مدعی بنتے ہیں ـــــ اور تیسرا

استعمال علمائے اہلحدیث کا ہے جو تقلید کے مقابلہ میں آزادیٔ فکر کا عنوان اختیار کرتے ہیں۔

مولانا اسماعیل صاحب اگر اپنے استاد مولانا محمد ابراہیم صاحب میرسے یہ بات سمجھ لیتے تو وہ ترک تقلید کو کبھی تحریک آزادیٔ فکر سے تعبیر نہ کرتے۔ مولانا محمد ابراہیم میر لکھتے ہیں:

ہمارے حنفی بھائی ہم اہلحدیثوں کے متعلق یہ خیال رکھتے ہیں کہ ہم تقلید سے مطلقاً انکار کرتے ہیں اور عوام کو تعلیم کرتے ہیں کہ وہ باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یا اقوال صحابہؓ نہ ملنے کے اور خود بھی کتب متداولہ مشہورہ میں علمی قابلیت نہ رکھنے کے اقوال ائمہ کو ٹھکرا دیا کریں اور مادر پدر آزاد ہوکر جو چاہیں سو کیا کریں اگر ان کا یہی خیال ہے تو ہم صاف الفاظ میں اعلان کرتے ہیں کہ انہوں نے ہمارا مذہب سمجھنے میں تحقیق سے کام نہیں لیا[1]

آج شاگرد استاد کے باغی ہو رہے ہیں۔ مولانا ابراہیم میر مطلق تقلید سے انکار نہیں کرنا چاہتے مگر مولانا اسماعیل صاحب ہیں کہ ترک تقلید کو تحریک آزادیٔ فکر کا نام دے رہے ہیں — ہمیں اس وقت اس سے بحث نہیں کہ استاد شاگرد میں سے کس کی بات میں امت میں جوڑ پیدا کرسکتی ہے اور کس کی سراپا توڑ اور انتشار تاہم یہ کہنے میں ہم حرج نہیں سمجھتے کہ جماعت اہلحدیث اس وقت مولانا ابراہیم صاحبؒ کے نظر و فکر پر نہیں مولانا اسماعیل صاحب کے نقش قدم پر آزادی فکر میں آگے سے آگے جارہی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

انکار اجتہاد کی تاریخ انکار تقلید سے بہت پہلے کی ہے۔ داؤد ظاہری (۲۷۰ھ) حدیث اور تاریخ کا بڑا عالم تھا اس نے سب سے پہلے ظاہر نصوص پر اکتفا کرنے کی تحریک چلائی اور قیاس خفی ہو یا جلی ہر ایک سے قطعاً انکار کیا۔ پہلی امتوں میں اجتہاد کی تعلیم نہ تھی۔ اس نے اس امت کو بھی اسی منہاج پر رکھا اور اجتہاد کا انکار کیا قرآن و حدیث کے ظاہر الفاظ کے سوا اور کسی بات کو کوئی درجہ نہ دینا تھا۔ تاریخ میں اسے اسی لحاظ سے داؤد ظاہری (۲۷۰ھ) کہتے ہیں۔ اس تحریک کا نتیجہ یہ نکلا کہ

---

[1] تاریخ اہلحدیث صہ۱۸

لوگوں میں غیر منصوص مسائل میں عجیب آوارگی پیدا ہوگئی اور اسلام کا ایک جامع نظام عمل ہونے کا دعوے دب کر رہ گیا۔ ان دنوں ان منکرین اجتہاد کا نام اہلحدیث نہ تھا ظاہری تھا۔ نہ غیر مقلدین کی اصطلاح ان دنوں وجود میں آئی تھی۔

داؤد ظاہری کی وفات کے ستائیس سال بعد عراق میں ابوحفص عمر بن احمد البغدادی المعروف بابن شاہین (۳۸۵ھ) ایک اور عالم اُٹھا۔ یہ مجتہد کے درجہ کا عالم نہ تھا لیکن خود پسندی کا مریض تھا۔ فقہ کی تعلیم بالکل نہ رکھتا تھا۔ زبان کی بہت غلطیاں کرتا اور کسی مجتہد کا پیرو نہ تھا۔ جب لوگ اسے اس فکری آوارگی کا الزام دیتے تو کہتا میں محمدی المذہب ہوں۔ دوسرے لوگ اپنے آپ کو محمدی دین پر کہتے مذہب کی نسبت وہ اپنے اپنے اساتذہ کی طرف کرتے نہ کہ پیغمبر کی ذاتِ گرامی کی طرف —— ابن شاہین یہ پہلا شخص ہے جو نہ مجتہد تھا نہ مقلد نہ فقہ کو کسی درجے میں جاننے والا مگر محمدی المذہب کہلانے میں بہت جوش عمل رکھتا تھا۔

ہندوستان میں انگریزی عملداری میں جب ترک تقلید کا دھواں اُٹھا تو جو لوگ اس اندھیرے تلے گھرے وہ پہلے اپنے آپ کو محمدی کہتے تھے۔ پھر مولانا محمد حسین بٹالوی نے ان کے لیے لفظ اہلحدیث انگریز سرکار سے منظور کرایا۔ اب ابن شاہین کے ہم خیال اہلحدیث کہلاتے ہیں —— حافظ ذہبیؒ خطیبؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:-

ابن شاهين بقية الشيوخ الا انه كان لحانا ولا يعرف الفقه وكان اذا ذكر له مذهب احد يقول انا محمدى المذهب۔[1]

ترجمہ۔ ابن شاہین لحن سے کام لیتا تھا۔ فقہ سے ناآشنا تھا۔ جب اس کے سامنے کسی شخص کا مذہب ذکر کیا جاتا تو وہ کہتا میں محمدی المذہب ہوں۔

نواب صدیق حسن خاں مرحوم مولوی محمد حسین بٹالوی سے کچھ پہلے ہوئے ہیں۔ ان کے دور میں غیر مقلدین اہلحدیث کے نام سے موسوم نہ تھے۔ محمدی المذہب کہلاتے تھے۔ نواب صاحبؒ نے

---

[1] تذکرہ جلد ۳ صہ ۱۸۴

اس کی اصل ابن شاہین سے نقل کی ہے. آپ لکھتے ہیں :-

ازیں جا معلوم ثابت شد کہ محمدی گفتن خود را ماثور از سلف صلحاء است.

ایجاد متبعان این زمان نیست لہ

ترجمہ. اس سے معلوم ہوا کہ اپنے آپ کو محمدی کہنا پہلوں سے منقول ہے. یہ لقب کچھ اس زمانے کی ہی ایجاد نہیں.

نہایت افسوس ہے کہ غیر مقلدین جس کسی کو فقہ کے خلاف دیکھتے ہیں جھٹ اسے اپنا امام مان لیتے ہیں اور اپنے لیے وہی ٹائٹل اختیار کرتے ہیں جو خود اس نے کیا تھا ____ اور وہ یہ نہیں سوچتے کیا یہ خود ابن شاہین کی تقلید نہیں ؟

ابن شاہین کے بعد اس امت میں کوئی گروہ یا جماعت ایسی نہیں گذری جو محمدی المذہب کہلائی ہو. اب تیرہویں صدی میں جاکر نئے سرے سے محمدی المذہب کا نام اختیار کرنا یہ تاریخ کا تسلسل نہیں ایک گروہ کی نئی پیدائش ہے.

یہ صحیح ہے کہ قاسم بن محمد بن قاسم اندلسی (۲۷۶ھ) نے بھی تقلید کا انکار کیا تھا لیکن ان کا انکار فقہ کا انکار نہ تھا. بقول حافظ ابن عبد البر (۴۶۳ھ) یہ خود بہت بڑا فقیہ تھا. اس کا تقلید سے انکار بوجہ مجتہد ہونے کے تھا غیر مقلد ہونے کے احساس سے نہ تھا.

چوتھی صدی کے آخر میں ایک اور نامور عالم علامہ ابن حزمؒ (۴۵۷ھ) اُٹھے. آپ پہلے شافعی المذہب تھے. پھر داؤد ظاہری کے مذہب پر آگئے اور ظاہری کہلائے. اس سے پہلے ماسوائے ابن شاہین کے پوری قلمرو اسلامی مجتہدین کی تقلید پر جمع ہو چکی تھی. پہلی تین صدیوں میں تقلید شخصی غیر معین رہی اور چوتھی صدی میں سب اہل اسلام معین تقلید شخصی پر جمع ہو چکے تھے.

تاہم ہر ایک کے ہاں فقہ کا درجہ حدیث اور آثار صحابہ کے بعد کا تھا اور ہر طبقہ فقہ کو اس کے اپنے مقام پر رکھتا تھا.

لہ ہدایۃ السائل الی ادلۃ المسائل ص۲۲۵

تاریخ تقلید تاریخ ترکِ تقلید سے بہت پہلے کی ہے۔ اجتہاد اور تقلید دونوں کا آغاز عہد صحابہؓ سے ہوچکا تھا۔ تیسری صدی میں مجتہدین کے پیرو پوری دنیا میں پھیل چکے تھے اور ظاہریہ بالکل ناپید ہوگئے تھے۔ اب مسلمان جہاں بھی تھے مقلدین ہی تھے۔

علامہ ابن خلدون (۸۰۸ھ) ظاہریہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

ثم درس مذهب اهل الظاهر اليوم بدروس ائمتهم [1]

ترجمہ: پھر ظاہری لوگوں کا مذہب ناپید ہوگیا ان کے علماء کے مٹ جانے سے۔

پھر کچھ وقت کے بعد امام اوزاعیؒ کے مقلدین بھی ناپید ہوگئے۔ حضرت سفیان الثوریؒ (۱۶۱ھ) کے مقلدین اس سے بھی پہلے ختم ہوچکے تھے اور اب عالم اسلام میں ان چار مذاہب کے سوا اور کوئی مکتبِ فکر نہ تھا۔

مولانا اسماعیل شہیدؒ لکھتے ہیں تیرہویں صدی میں تمام اہلِ اسلام مذاہبِ اربعہ کے ہی پیرو تھے۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ان دنوں کوئی معروف مسلمان غیر مقلد نہ تھا۔ سب اہل اسلام کسی نہ کسی فقہی مذہب کے پیرو تھے۔ اگر کوئی ان سے باہر تھا تو اس کا شمار اہلِ اسلام میں نہ تھا۔

حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ لکھتے ہیں:

در اعمال اتباعِ مذاہبِ اربعہ کہ رائج در تمام اہلِ اسلام است بہتر و خوب ما است۔ [2]

ترجمہ: فروعات میں مذاہبِ اربعہ کی پیروی جو تمام اہلِ اسلام میں پائی جاتی ہے بہت اچھی اور خوب ہے۔

معلوم ہوتا ہے مولانا شہیدؒ کے عہد تک کوئی مکتبِ فکر اہلحدیث کے نام سے یا غیر مقلدین کے عنوان سے یا محمدی المذہب کے تعارف سے موجود نہ تھا۔ سب اہلِ اسلام مذاہبِ اربعہ کے تھے یہاں شیعہ کی بات نہیں ہو رہی۔

---

[1] مقدمہ ابن خلدون ص ۴۴۹ [2] صراط مستقیم ص ۹۷

حضرت شہیدؒ کے برابر کے عالم اس وقت حضرت شاہ محمد اسحٰق محدث دہلویؒ تھے جو مدرسہ رحیمیہ میں حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے جانشین ہوئے آپ کا نظریہ تقلید کیا تھا اسے سطور ذیل میں ملاحظہ کریں :۔

متقلدایشاں را ہرگز بدعتی نخواہند گفت زیراکہ تقلید ایشاں تقلید حدیث شریف است پس متبع حدیث را بدعتی گفتن ضلال و موجب نکال است [1]

ترجمہ :۔ ائمہ کے مقلدین کو ہرگز بدعتی نہ کہنا چاہیئے کیوں کہ ان کی تقلید حدیث شریف کو ماننا ہی ہے متبع حدیث کو بدعتی کہنا گمراہی ہے اور اس پر عذاب ہوگا

آگے مذاہب اربعہ کے باہمی اختلاف کے بارے میں لکھتے ہیں :۔

مذاہب اربعہ میں جو اختلاف ہے وہ اختلافات یا تو خود صحابہؓ میں موجود تھے اس لیے ان میں بھی (ان ائمہ اربعہ میں) اختلافات ہوئے اور صحابہؓ کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے : صحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم یعنی میرے صحابہؓ ستاروں کی مانند ہیں تم جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پالوگے اور مذاہب اربعہ میں خلاف ، قیاس و حجت کے اختلاف سے واقع ہوا . قیاس نص سے ثابت ہے تو قیاس پر عمل کرنا اتباع نص ہوا ــــــ اور نیز مذاہب اربعہ میں اختلاف حدیث کے ظاہری الفاظ اور استنباط حدیث کی وجہ سے بھی ہے بعض ظاہر حدیث کو قابل عمل سمجھتے ہیں اور بعض استنباط حدیث پر عمل کرتے ہیں۔

چنانچہ بخاری اور مسلم وغیرہ میں ایک حدیث آتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت بنی قریظہ کی طرف صحابہؓ کو روانہ فرمایا تو یہ حکم فرمایا کہ کوئی عصر کی نماز سوائے بنی قریظہ کے نہ پڑھے ۔ بعض صحابہؓ نے حدیث کے ظاہری الفاظ پر عمل کیا اور راستہ میں نماز نہ پڑھی لیکن جب آنحضور صلی اللہ

---

[1] مائۃ مسائل ص۹۳ سوال نمبر ۶۲

علیہ وسلم کو یہ قصہ معلوم ہوا تو اس پر کچھ ناگواری ظاہر نہ فرمائی تو دونوں طرح
عمل جائز ہے۔ مذاہب اربعہ کے اختلاف کی صورت ایسی ہے تو بدعت
کس طرح ہو جائے گی۔[1]

اس سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ محدثین دہلی اس مسلک کے نہ تھے۔ جو فرقہ اہلحدیث کے بانی مولانا سید نذیر حسین دہلوی نے ترتیب دیا ہے۔ آپ حضرت شاہ محمد اسحٰقؒ کے جس درجہ کے شاگرد تھے آپ اس کی تفصیل دیکھ آئے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ کے اور بھی شاگرد تھے۔ ان میں سے کوئی میاں صاحب کا ہمخیال کیوں نہ ہو سکا؟ یہ بات گہری فکر سے سوچنے کے لائق ہے۔ اگر آپ یہاں سے سوچنا شروع کریں کہ سرسید احمد خاں نے آپ کو رفعیدین پر لگایا تھا اس سے پہلے آپ رکوع کے وقت رفعیدین نہ کرتے تھے تو بات سمجھنی بہت آسان ہو جائے گی اور پتہ چلے گا کہ شیخ الکل کا شیخ تحریک ترک تقلید میں کون تھا اور پھر اس شیخ کا شیخ کون تھا۔ جس سے جناب میاں صاحب سبق لیتے تھے وہ خفیہ شخصیت سرسید احمد خاں کی تھی۔ جس نے میاں صاحب کو رفعیدین پر لگایا تھا اور سرسید کے پیچھے انگریز تھے جو فتاویٰ عالمگیری کے دشمن تھے۔

ایک اہم سوال اور اس کا جواب

بعض غیر مقلدین تحریک ترکِ تقلید کا بانی مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کو ٹھہراتے ہیں اور اس کے ثبوت میں آپ کا رسالہ رفع الیدین پیش کرتے ہیں۔ یہ بات کسی طرح درست نہیں۔ کسی ایک مسئلہ میں تفرد اختیار کرنا مسلک تقلید سے خروج نہیں۔ مشہور فقیہ عصام بن یوسف کا نام طبقات حنفیہ میں موجود ہے۔ وہ رفع یدین کے مسئلے میں فقہ حنفی پر عمل پیرا نہ تھے۔ بایں ہمہ ان کا نام طبقاتِ حنفیہ میں رہا۔ اور کسی نے اس پر اعتراض نہ کیا۔

یہاں بات مسئلہ رفع یدین کی نہیں ہو رہی تاریخ ترک تقلید کی ہے مولانا اسمٰعیل شہیدؒ

---

[1] اردو ترجمہ مائۃ مسائل ص۱۰۱، ص۱۰۲

مذاہب اربعہ کی پیروی کے قائل تھے اور تقلید میں ان کا وہی موقف تھا جو حضرت شاہ محمد اسحٰق محدث دہلویؒ اور اس بیت علم حنفیہ کا تھا اور پھر حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ نے جو وہ رسالہ لکھا یہ صرف ان کی ایک علمی رائے تھی عملاً وہ رفع یدین نہ کرنے کو ہی ترجیح دیتے تھے۔ قاری عبدالرحمٰن پانی پتیؒ اس کے گواہ ہیں جنہوں نے آپ کو نماز پڑھتے دیکھا تھا ___ اگر آپ رکوع کے وقت رفعیدین کرتے تو دہلی میں یہ عمل متعارف ہوتا۔ پھر اس کے آغاز کا سہرا سرسید احمد خاں اور جناب میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کے سر پہ نہ بندھتا۔

یہاں اس کی تفصیل کا موقعہ نہیں۔ اس کے جواب میں اتنی بات سمجھ لینا کافی ہے کہ اگر حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ حنفی نہ ہوتے غیر مقلد ہوتے تو پھر وہ شیخ الکل ہوتے میاں نذیر حسین صاحب شیخ الکل نہ ہوتے میاں صاحب کے شیخ الکل ہونے کا صاف مطلب ہے کہ یہ مذہب انہیں سے چلا۔

مسلک اہلحدیث کا آغاز

موجودہ اہلحدیث مذہب کب سے بنا اور تحریک ترک تقلید کب سے شروع ہوئی اس کے شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحب، دہلوی ہیں۔ آپ ۱۲۲۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۲۰ھ میں وفات پائی۔ ہندوستان میں تقلید کے خلاف پہلی کتاب معیار الحق آپ نے لکھی جس کا جواب مدار الحق مولانا محمد شاہ صاحبؒ نے حضرت مولانا قطب الدین کے حکم سے لکھا۔ اس عہد میں غیر مقلدین ابھی یہ طے نہ کر پائے تھے کہ اس نوزائیدہ فرقہ کا نام کیا رکھیں۔ کوئی کچھ کہتا تھا کوئی کچھ ___ شیخ الکل مولانا نذیر حسین صاحب کے شاگرد اور ان کے طریقے کے پیرو مولانا محمد شاہجہانپوری اقرار کرتے ہیں کہ ان سے پہلے یہ فرقہ کسی نام سے موجود نہ تھا۔ آپ لکھتے ہیں :-

> پچھلے زمانہ میں شاذ و نادر اس خیال کے لوگ کہیں ہوں تو ہوں مگر اس کثرت سے دیکھنے میں نہیں آئے بلکہ ان کا نام ابھی تھوڑے ہی دنوں سے سنا ہے اپنے آپ کو تو وہ اہلحدیث یا محمدی یا موحد کہتے ہیں مگر مخالف فریق میں ان کا نام

غیر مقلد یا وہابی یا لا مذہب لیا جاتا ہے۔[1]

ایک سوال

میاں نذیر حسین صاحب جب حضرت شاہ محمد اسحٰق محدث دہلویؒ (۱۲۶۲ھ) کے شاگرد تھے تو وہ شاہ محمد اسحٰقؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ محدثین دہلی کے طریقہ پر کیوں نہ چل سکے؟ انہیں اس نئے فرقہ کا شیخ الکل کیوں بنا دیا گیا؟ اور کنہوں نے بنایا؟

الجواب: انہوں نے شاہ محمد اسحٰق محدث دہلویؒ سے حدیث باقاعدہ نہ پڑھی تھی کہ ان اختلافی مسائل کو ان سے سمجھا ہوتا۔ نیز حکومت بدل چکی تھی انگریز آچکے تھے اور وہ چاہتے تھے کہ دہلی کی مسند حدیث (مدرسہ رحیمیہ) پر اب کوئی شیخ پچھلے طریقے کا نہ ہو کوئی ایسا ہو جسے انگریز حکومت شمس العلماء کا خطاب دے سکے۔

مولوی فضل حسین بہاری نے میاں نذیر حسین صاحب کے حالات پر الحیاۃ بعد الممات کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ آپ میاں صاحب کی حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحبؒ سے شاگردی ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:-

> آپ نے میاں صاحب کو صرف اطراف صحاح کی سند دی تھی۔ میاں صاحب نے استیعاباً نہ آپ سے صحاح ستہ پڑھیں نہ ان کی سند لی۔ میاں صاحب خود اس سند کو چپڑاس کہتے تھے۔[2]

تحریک ترک تقلید کے دوسرے امام نواب صدیق حسن خاں تھے جو ۱۲۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور (۱۳۰۷ھ) میں وفات پائی۔ آپ نے ملکہ بھوپال شاہجہاں بیگم سے شادی کی اور اسی راہ سے نواب بنے۔ انگریزی دور میں کیا آپ کسی نواب سے یہ توقع رکھ سکتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کو اپنے اسلاف سے وابستہ رہنے دے گا۔

انگریز مسلمانوں میں فکری آزادی پیدا کرنا چاہتے تھے اور انہوں نے اس نوزائیدہ فرقے کو

---

[1] الارشاد الی سبیل الرشاد ص۱۳ [2] الحیاۃ ص۲۸

یہ حوصلہ دیا کہ انہیں مغل بادشاہوں نے یونہی فقہ حنفی میں جکڑ رکھا تھا۔ آیئے فتاوےٰ عالمگیری کے
خلاف اٹھو اور عوام میں مذہبی آزادی کی لہر دوڑا دو ــــ نواب صدیق حسن خاں صاحب بھولے
آدمی تھے ان کی باتوں میں آگئے اور یہ لکھ دیا:۔

جو امن و آسائش و آزادگی اس حکومت انگریزی میں تمام خلق کو نصیب ہوئی
کسی حکومت میں بھی نہ تھی۔ اور وجہ اس کی سوائے اس کے کچھ نہیں سمجھی گئی
کہ گورنمنٹ نے آزادی کامل ہر مذہب کو دی ہے۔[1]

مسلمانوں کو جو مذہبی آزادی ملی اس کے نتیجے میں سرسید احمد خاں اور مولوی چراغ علی
جیسے لوگوں نے نیچری عقائد کی بنیاد رکھی مرزا غلام احمد نے جہاد کو حرام ٹھہرانے کی ذمہ داری لی۔
مولانا فضل رسول بدایونی نے محدثین دہلی کے خلاف مہم تیار کی اور شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحب
اور نواب صدیق حسن خاں صاحب نے ترک تقلید کی تحریک شروع کی اور آج ایک اچھا خاصا فرقہ
اہلحدیث یا غیر مقلدین کے نام سے ہر قصبہ اور ہر شہر میں موجود ہوا ہے گوجرانوالہ کے مولانا محمد اسماعیل
صاحب نے اسی تحریک ترک تقلید کا نام تحریک آزادیٔ فکر رکھا ہے اور اس نام سے ایک کتاب ترتیب دی ہے

ایک سوال

ہمارے ایک صاحب علم دوست نے سوال کیا کہ میاں صاحب اور نواب صاحب کی تحریروں
سے معلوم ہوتا ہے کہ تحریک ترک تقلید کے داعی ہونے کے باوجود یہ حضرات طبعاً نیک تھے ائمہ مجتہدین
کے گستاخ نہ تھے نہ فقہ حنفی سے استہزا کرتے تھے۔ یہ اس ماحول میں کیسے گھر گئے کہ ایک نئے فرقہ
کی بنیاد رکھ دی؟ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پیچھے کوئی اور ہاتھ تھا۔ ان لوگوں کا ہاتھ تھا جو مسلمانوں
کی صفوں میں انتشار پیدا کرنا چاہتے تھے۔ راقم نے اس کا جو جواب دیا اس کی ایک نقل یہ ہے:۔

الجواب: آپ کا یہ گمان صحیح ہے تحریک ترک تقلید کے پیچھے واقعی وہ ہندو تھے جو مسلمان
بن کر مسلمانوں کی صفوں میں آگھسے تھے۔ ان کا کام مسلمانوں کو اپنے اسلاف کے خلاف بھڑکانا اور ان

[1] ترجمان وہابیہ ص۱۶

کے ذہن امن و اتحاد میں آگ لگانا تھا۔ ایک بنارس کا رہنے والا تھا اور دوسرا علی پور چٹھہ کا رہنے والا ــــ ایک نے اپنا نام عبدالحق (بنارسی) اور دوسرے نے ابوالحسن محی الدین رکھا۔ یہ خود ائمہ اسلام کے خلاف بھڑکے اور بڑے بڑے لوگوں کو بلطائف الحیل اپنے بزرگوں سے علیحدہ کر کے رکھ دیا ــــ یہ عبدالحق بنارسی تھے اور ابوالحسن محی الدین تھے۔ ــــ محی الدین نے الظفر المبین لکھی اور اسلافِ اسلام کے خلاف خوب آگ بھڑکائی۔ اس کا اصل نام ہری چند تھا۔ اس کا باپ دیوان چند قوم کھتری علی پور ضلع گوجرانوالہ کا رہنے والا تھا۔ ضلع گوجرانوالہ میں تحریکِ ترکِ تقلید اس ہندو نے شروع کی تھی۔ جسے اب مولانا اسماعیل صاحب پروان چڑھا رہے ہیں۔ افسوس ان عوام پر ہے جو اتنا بھی نہیں سوچتے کہ ان تحریکوں کے پیچھے کن کن خفیہ ہاتھوں نے کام لیا ہے۔ والی اللہ المشتکی۔

ہری چند کی کتاب الظفر المبین کا جواب مولانا منصور علی بن مولانا محمد حسن مراد آدی نے فتح المبین فی کشف مکائد غیر المقلدین کے نام سے لکھا ہے۔ فتح المبین واقعی ایک لاجواب کتاب ہے ہمیں اس سے انکار نہیں کہ شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحبؒ اور جناب نواب صدیق حسن خاں صاحبؒ ہری چند اور دیوان چند کے مزاج و کردار کے نہ تھے۔ تحریکِ ترکِ تقلید ابھی اپنے ابتدائی مراحل میں تھی اور میاں صاحب یا نواب صاحب حضرات مقلدین کو فرقہ ناجیہ سے باہر نہ کرتے تھے جو بہتر فرقوں کے مقابلے میں حق پہ مانا جاتا ہے۔ وہ مقلدین کو اس میں شامل سمجھتے تھے ــــ نواب صدیق حسن خاں صاحبؒ ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

> ایک منت خدا کی مجھ پر یہ ہے کہ میں فقط جماعتِ اہلسنت کو فرقہ ناجیہ جانتا ہوں حنفی ہوں یا شافعی، مالکی ہوں یا حنبلی یا ظاہری یا اہلحدیث یا اہل سلوک ــــ کسی کے حق میں ان میں سے گمان بد نہیں رکھتا ..... ائمہ سلف پر طعن مخالفتِ سنت کا کرنا انصاف کا خون بہانا ہے [1]

[1] ابقاء المنن بالقاء المحن صـ

ان دو حضرات کے ساتھ تیسرے بزرگ مولانا عبداللہ غزنوی ہیں۔ جو غزنی سے آکر میاں نذیر حسین صاحب کے حلقے میں آشامل ہوئے۔ سر سید احمد خاں نے میاں نذیر حسین صاحب کو رفعیدین عندالرکوع پر لگایا۔ ورنہ آپ اس سے پہلے رفعیدین نہ کرتے تھے۔ مولانا عبداللہ غزنوی اہل سلوک میں سے تھے اور نقشبندی سلسلے میں بیعت لیتے تھے۔ مگر اس کا نام تقلید نہ رکھتے تھے۔ جیسا کہ مولانا اسماعیل صاحب نے اسے تقلید کا نام دیا ہے۔

ان حضرات کے بعد مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادی اور مولانا محمد حسین بٹالوی اور حضرت مولانا حافظ محمد لکھوی کا دور آتا ہے۔ ان میں زیادہ فعال مولانا محمد حسین بٹالوی رہے۔ آپ مرزا غلام احمد قادیانی کے قریبی دوستوں میں تھے۔ مرزا غلام احمد کی آزاد روی پر انہیں تنبہ ہوا کہ ترک تقلید اس درجہ میں خطرناک ہے کہ کبھی ایمان سے ہی ہاتھ دھونا پڑتا ہے ـــــ اس سلسلہ میں آپ نے ایک بہت اہم بیان دیا :۔

> "پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر میں اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں[1]

ان سے اگلی صف میں حضرت مولانا عبدالجبار غزنوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا حافظ محمد ابراہیم سیالکوٹی، مولانا محمد اسماعیل غزنوی، مولانا داؤد غزنوی۔ مولانا عبدالقادر قصوری، قاضی عبدالاحد خانپوری، مولانا عبدالوہاب ملتانی، مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی اور حافظ عبداللہ روپڑی تحریک ترک تقلید کے علمبردار رہے۔

ان حضرات کے بعد اب اس جماعت کی قیادت پاکستان میں مولانا محمد اسماعیل صاحب گوجرانوالہ کے ہاتھ میں ہے۔ ان کے اس دور کے علماء میں مولوی عبدالشکور، عبدالقادر حصاری، مولوی ابوسعید شرف الدین دہلوی، مولوی عبدالشکور ناظم دارالعلوم اہلحدیث شکراوہ، مولوی محمد عبدالجبار رئیس

[1] اشاعۃ السنۃ جلد ۱۱ نمبر ۴ ۱۸۸۸ء

اہلحدیث راجپوتانہ، مولوی عبدالستار دہلوی (کراچوی) مولانا عبیداللہ رحمانی مبارکپوری مولوی محمد یونس دہلوی جانشین مسند میاں نذیر حسین صاحب دہلوی اور مولانا عطاء اللہ حنیف۔

ان حضرات کا تقلید کے بارے میں وہ نظریہ نہیں جو اس فرقے کے بانیوں میاں نذیر حسین صاحب، نواب صدیق حسن خاں صاحب اور حضرت مولانا عبداللہ غزنوی کا تھا۔ جناب نواب صاحب کا نظریہ اور مولانا محمد حسین بٹالوی کا نظریہ آپ اُوپر دیکھ آئے ہیں۔ اب ان متاخرین کا نظریہ تقلید بھی ملاحظہ فرمائیں۔ یہاں سے تاریخ انکار تقلید شروع ہوتی ہے۔

تاریخ انکار تقلید

کسی نظریہ کی تردید نہیں، طلبہ کو تاریخ ترک تقلید کا مطالعہ کرانے کے لیے ان واقعات کا تذکرہ ضروری تھا۔ اب غیر مقلد علماء کے فتوے مقلدین کے بارے میں ملاحظہ ہوں:۔

(۱) ـــــ حق مذہب اہلحدیث ہے باقی جھوٹے اور جہنمی ہیں۔۔۔۔ مقلدین حنفیہ کے ہر دو فرقے دیوبندی اور بریلوی بلاشبہ گمراہ ہیں۔۔۔۔ سچا فرقہ اور ناجیہ اہلحدیث ہیں۔ باقی سب فی النار والسقر ہیں [1]

(۲) ـــــ افسوس فرقہ مقلدین احناف پر کہ وہ بوجہ تقلید شخصی کے جو ایک بدعت نوایجاد ہے۔۔۔۔ چوٹی کی کتب فقہ حنفیہ ہرگز ہرگز قابل اعتبار نہیں۔۔۔۔۔ دیوبندی جماعت کی مثال ایک ہاتھی کی سی ہے جس کے دکھانے کے دانت اور اور کھانے کے اور ہیں [2]

(۳) ـــــ مولانا اسماعیل صاحب گوجرانوالہ کی تقریظ ملاحظہ ہو:۔

ان حضرات پر قطعاً اعتماد نہیں کرنا چاہیئے اس پہلو کو نتائج التقلید میں ذرا وضاحت سے کہنا چاہیئے تاکہ باہمی اعتماد ختم ہو جائے۔ آپس میں اختلاط سوچ سمجھ کر ہو۔

---

[1] سیاحۃ الجنان بمناکحہ اہل الایمان ص۴، ص۵، ص۷ [2] تقریظ بر نتائج التقلید مولوی اشرف صاحب مولوی عبدالجبار صاحب از راجپوتانہ

(۴) ——— کراچی کے غرباء اہلحدیث کے مولوی عبدالستار صاحب اپنی تقریظ میں لکھتے ہیں :۔

ماشاء اللہ آپ نے اس میں تقلید شخصی کی بہت اچھی بیخ کنی کی ہے اور تقلید کے زہریلے اور بد نتائج سے موحدین کو آگاہ کیا ہے۔ علاوہ ازیں مقلدین احناف کی تقلید کے ڈھول کا پول ..... تارپیڈو سے پاش پاش کر دیا ہے۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ اس دور کے اہلحدیث مقلدین حضرات سے وہ نسبت رکھتے ہیں جو ——— تارپیڈو کی کسی بہتے جہاز سے ہوتی ہے۔ ڈھول کو تارپیڈو سے پاش پاش کرنا تو بآسانی سمجھ میں آتا ہے لیکن پول کو پاش پاش کرنا اور وہ بھی تارپیڈو سے کتنا اونچا کام ہے جو یہ حضرات کر رہے ہیں۔

تقلید کی اس شدت سے مخالفت امت کے بارہ سو سالہ اجماعی موقف سے تبرا ہے اور یہ کوئی چھوٹا جرم نہیں ——— اور حنفی طریق نماز کی مخالفت صحابہ کرام ؓ کے اس جم غفیر کی مخالفت ہے جن سے حنفیہ کرام نے اپنے طریق نماز کے صریح خدوخال چنے ہیں۔ یہ پوری امت کا تخطئہ ہے۔ اور قرآن کریم کی آیت کنتم خیر امۃ اخرجت للناس کی صریح مخالفت ہے۔ سو یہ بات صحیح ہے کہ اس دور کے غیر مقلدین اب اس فرقہ ناجیہ کے افراد نہیں رہے جس کی حضور ؐ نے ما انا علیہ واصحابی کے الفاظ میں خبر دی تھی۔

یہ تہتّرواں فرقہ کہاں سے آگیا؟

بنی اسرائیل بہتّر فرقوں میں بٹے تھے جتنی انواع و اقسام کی برائیاں ان میں ابھری تھیں یہ غیر مقلدین ان پر بھی سبقت لے گئے ہیں۔ حضور ؐ نے فرمایا میری امت تہتّر فرقوں میں بٹے گی ——— یہ تہتّرواں فرقہ کون سا ہے؟ یہ وہ لوگ ہیں جو فقہ کے خلاف ہوں گے اور فقہاء سے بغض رکھیں گے ایسا بے راہرو فرقہ پہلی امتوں میں بھی نہیں ہوا۔ نہ ان کے ہاں فقہ و اجتہاد تھا اور نہ فقہاء و مجتہدین

ے تقریظ بر نتائج تقلید ص ۴۳

کی مخالفت کبھی سامنے آئی تھی ـــ یہ تحفہ اسی امت کی برات ہے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا. بنو اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹے اور میری امت تہتر میں بٹے گی. اس پہ

سپین کے ممتاز عالم دین علامہ قرطبیؒ (۶۷۱ھ) لکھتے ہیں :-

هٰذه الفرقة التی زادت فی فرق محمد صلی الله علیه وسلم هم قوم

یعادون العلماء ویبغضون الفقهاء ولم یکن ذلك قط فی الامم السالفة[1]

ترجمہ. یہ تہترواں فرقہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے فرقوں میں زیادہ ہوا

یہ وہ ہیں جو علمائے راسخین سے دشمنی کریں گے اور فقہ والوں سے بغض رکھیں

گے. ایسے لوگ پہلی امتوں میں بھی نہیں ہوئے.

علامہ قرطبیؒ نے یہ پیشگوئی دین کی معرفت رکھتے ہوئے علماء سے ساتویں صدی میں نقل کی ہے

اس وقت غیر مقلدین نام سے دنیا میں کوئی مذہبی گروہ موجود نہ تھا. علمائے حق کی یہ پیشگوئی تیرہویں

صدی کے آخر میں ظہور میں آئی. اور چودہویں صدی میں اس نے اپنا مصداق پا یا. یہ تہترواں فرقہ غیر

مقلدین کا ہے جو نہ مجتہد ہیں نہ مقلد. مگر علماء کی بات نہ ماننے اور فقہ سے بغض رکھنے کا گہرا داغ

اس کے سر پہ کھلا موجود ہے ـــ پہلی امتوں میں نہ اجتہاد تھا اور نہ اس کی پیروی کی تعلیم ـــ سو فقہ

کے انکار کا گناہ انہیں نہ چھوا تھا. احکام تورات ان کے ہاں پہلے ہی مفصل تھے.

علامہ قرطبیؒ تورات کے بیان تفصیلاً لکل شیٔ پر لکھتے ہیں :-

ای لکل شیٔ امروا به من الاحکام فانه لم یکن عندهم اجتهاد وانما خص

بذلك امة صلی الله علیه وسلم[2]

ترجمہ. ہر چیز جس میں وہ احکام کے مکلف کیے گئے اس کی انہیں پوری تفصیل دی

گئی کیونکہ ان کے ہاں اجتہاد کی مشروعیت نہ تھی. اجتہاد کی اہلیت حضورؐ کی امت

کا خاصہ ہے. سو یہ خصوصیت اسی امت کو دی گئی.

---

[1] الجامع الاحکام القرآن جلد ۷ صـ۱۴۱ [2] ایضاً صـ۲۸۱

ہمیں اس وقت اس سے بحث نہیں کہ مسلمانوں میں یہ تہتروّاں فرقہ کس دور میں پیدا ہوا ہے نہ ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ غیر مقلدین بطور ایک دینی گروہ کے انگریزی دور سے پہلے کہیں نہ سُنے گئے تھے نہ دیکھے گئے تھے۔ یہاں ہم صرف یہ دیکھنا چاہتے ہیں کیا یہ گروہ غیر مقلدین اس فرقہ ناجیہ میں سے ہے، جس کی حضورؐ نے کلھم فی النار الا واحدہ کہہ کر خبر دی تھی؛ یہ بات سوچنے کی ہے؛

ھٰذا ما عندی وعند الناس ما عندھم واللہ علی ما اقول شہید۔

یہ تاریخ ترکِ تقلید کا ایک مختصر خاکہ ہم نے ہدیۂ قارئین کر دیا ہے۔ ہمارے اہل حدیث دوست اس عنوان سے بچ کر اپنا تعارف تاریخ اہل حدیث کے نام سے پیش کرتے ہیں۔ مگر یہ لفظ ابتداء میں اہل علم اور محدثین کے لیے استعمال ہوتا رہا ہے۔ اس کا غیر مقلدین کے لیے اطلاق یہ اصطلاح بہت بعد کی ہے۔ ہم نے اشتباہ سے بچنے کے لیے اسے تاریخ ترکِ تقلید کے عنوان سے پیش کیا ہے۔

بارہویں صدی میں محققین کا تقلید پر زور

ترکِ تقلید ایک تحریک کی صورت میں تیرہویں صدی کی پیداوار ہے۔ اس سے پہلے تقلید کی مخالفت میں داؤد ظاہری اور ابن حزم وغیرہ کے ہی نام سامنے آتے ہیں۔

حکمتِ الٰہی ہمیشہ سے یہ رہی ہے کہ جو فتنے آئندہ پھیلنے والے ہوں اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں اپنے بندوں کے دلوں میں پہلے سے ہی ایک جذبۂ دفاع پیدا فرما دیتے ہیں۔ یہی حال ہم بارہویں صدی کے مجدد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (۱۱۸۶ھ) کی تحریرات میں دیکھتے ہیں آپ نے آنے والے حالات پر ایک فکری نظر کی اور اس اعتماد علی السلف کو آگے جاری رکھنے کے لیے اس موضوع کے مختلف پہلوؤں پر بڑی بصیرت افروز بحث کی ہے اور تقلید کی ضرورت کو خوب نکھارا ہے۔ آپ نے اس موضوع پر یہ کتابیں لکھیں اور فیوض الحرمین میں اس سلسلے میں اپنے مکاشفات کو بھی خوب اُبھارا ہے۔

① عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید

② الانصاف فی بیان سبب الاختلاف

تقریباً ایک صدی بعد یمن میں قاضی شوکانیؒ (۱۲۵۵ھ) صاحب نیل الاوطار تھے اور انہوں نے القول المفید فی ادلۃ الاجتہاد والتقلید لکھی۔ آپ اصلاً زیدی فرقے کے تھے اور اثنا عشریوں کے اس مسئلے سے خاصے متاثر تھے کہ فوت شدہ کی تقلید پر قائم رہنا درست نہیں۔ آپ کا یہ جذبہ آپ کو مطلق تقلید کے انکار پر بھی لے آیا۔

اس سے پہلے علامہ ابراہیم بن الوزیر بھی اسی نظریہ کے تھے۔ آپ نے کتاب القواعد میں تقلید اموات کو حرام قرار دیا ہے۔ علمائے حنابلہ پہ اللہ تعالیٰ رحمتیں برسائے۔ انہوں نے کھل کر اس نظریے کی تردید کی۔ علامہ سعید بن حجی الحنبلی (۱۲۲۹ھ) نے اس کے جواب میں ایک نہایت معتدر رسالہ لکھا۔ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کو بھی جزائے خیر دے۔ انہوں نے اس پہ استقامت دکھائی اور ائمہ اربعہ کی تقلید کو عامۃ الناس کے لیے واجب فرمایا۔ آپ خود حنبلی المذہب تھے۔ سعودی مشائخ زیادہ تر اسی مسلک کے ہیں۔ پاک و ہند کے اہلحدیث (باصطلاح جدید) فرقے سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ مولانا اسماعیل غزنوی نے مسئلہ تقلید پر کھل کر آلِ سعود کی مخالفت کی ہے۔ خانہ کعبہ میں اور حرم مدینہ میں تراویح کی نماز اب تک بیس رکعت ہی پڑھی جارہی ہے اور تاریخ اسلام کے چودہ سو سالہ دور میں کوئی ایسا سال نہیں گزرا جس میں حرمین شریفین میں پورا رمضان کبھی آٹھ رکعت تراویح جماعت سے پڑھی گئی ہوں۔

ہندوستان میں ترکِ تقلید کا آغاز

برصغیر پاک و ہند میں ترکِ تقلید کا آغاز حضرت میاں نذیر حسین دہلوی (۱۳۲۰ھ) سے ہوا۔ آپ اس فرقہ کے شیخ الکل کہلاتے ہیں۔ کل سے مراد یہاں کل غیر مقلدین ہیں۔ ان سے پہلے اگر کوئی غیر مقلد (جو نہ مجتہد ہو نہ مقلد) ہوا ہوتا تو آپ اس کے شیخ کیسے ہو سکتے تھے یہ اس فرقے کا آغاز تھا

اس سے پہلے ہندوستان میں کوئی فرقہ یا فقہی مسلک اہلحدیث کے نام سے موجود نہ تھا البتہ بیرون ہند نیشاپور سمرقند اور سرخس میں شافعی حضرات کو اہلحدیث کہا جاتا تھا کیونکہ یہ بمقابلہ احناف ظاہر حدیث پر چلتے تھے ہندوستان میں ترک تقلید کے عنوان سے یہ واقعی ایک نئے فرقے کی پیدائش تھی۔ پہلے یہ صرف ترکِ تقلید کی ایک آواز تھی مگر دیکھتے دیکھتے یہ انکارِ تقلید کا ایک نعرہ بن گیا۔ مشہور مؤرخ ڈاکٹر اشتیاق حسین ڈائریکٹر سنٹرل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک ریسرچ اس نئے فرقے کی نشاندہی میں لکھتے ہیں:

ایک افسوسناک بات یہ ہے کہ ملتِ اسلامیہ میں جو فرقے پہلے ہی سے تعداد کثیر میں بڑھے ہوئے تھے ان میں ایک فرقے کا اضافہ ہو گیا۔[1]

ابھی اس نوزائیدہ فرقے کو اہلحدیث کا نام نہ دیا گیا تھا نہ ابھی انگریزوں نے ان کے لیے یہ نام پاس کیا تھا۔ اس ابتدائی دور میں لوگ ان کو لامذہب کہہ کر پکارتے تھے مولانا اسماعیل شہیدؒ کے ایک ساتھی مولانا کرامت اللہ جونپوری ایک جگہ ان غیر مقلدوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

لامذہب لوگ (غیر مقلدین) جو مولانا اسماعیل علیہ الرحمۃ کی اطاعت کا دعوے کرتے ہیں وہ جھوٹے ہیں۔ کیونکہ مولانا کے قول و فعل سے وہ بات جو یہ جاہل لوگ کہتے ہیں اور کرتے ہیں ہرگز ثابت نہیں ہوتی ہے۔ پھر ان لوگوں کا دعویٰ مولانا کی اطاعت کا ایسا ہی ہے جیسا دعویٰ رافضیوں کا حضرات اہلبیت اور اور ائمہ اثنا عشرہ کی اطاعت کا ہے اور یہ جو بعضے ضدی جاہل لوگ کہتے ہیں کہ مولانا محمد اسماعیل قدس سرہ نے چاروں مذہبوں کے سوا پانچواں ایک مذہب نکالا ہے..... سو یہ بات ان جاہلوں کی محض غلط اور نرا بہتان ہے..... مولانا رحمۃ اللہ علیہ پکے سنی اور سچے حنفی تھے اور کبھی کسی سے تقلید مذہب کی نہیں چھڑائی۔ اس لیے حضرت سید احمد شہید قدس سرہ کے ساتھ جو ہزارہا آدمی جہاد کو گئے تھے کوئی بھی تقلید چھوڑ کر لامذہب نہ بنا۔ باوجودیکہ رات دن ہمیشہ مولانا کی صحبت میں رہا کرتے تھے اور ان کے وعظ سنتے تھے ..... اور یہ لامذہبوں کا فرقہ جو نیا نکلا ہے سو مولانا کی شہادت کے بعد نکلا ہے مولانا کے حین حیات ان لوگوں کا نشان بھی نہ تھا۔[2]

---

[1] علما میدان سیاست میں ص [2] مقامع المبتدعین ص۲۳ ذخیرہ کرامت حصہ دوم

ہندوستان میں وہابی کا لفظ کیسے آیا

وہابی دراصل شیخ محمد بن عبد الوہاب کے پیروؤں کو کہتے ہیں۔ یہ لوگ مقلد ہیں اور اہل السنۃ والجماعۃ۔ یہ حضرت امام احمد بن حنبل کی فقہ کے پیرو ہیں۔ وسط عرب میں یہ مجاہد کے طور پر معروف تھے اور نجد اور حجاز کی سرحدوں پر ان کی شریفِ مکہ سے جھڑپیں ہوتی تھیں۔ انگریزوں کے شریفِ مکہ سے گہرے تعلقات تھے اور اس کے مشورے پر انگریز بھی وہابیوں کے سخت خلاف تھے اور انہیں دہشت گرد سمجھتے تھے۔ ادھر ہندوستان میں مجاہدین بالاکوٹ میں جمع ہو رہے تھے اور انگریزوں کو ان سے سخت خطرہ تھا۔ جنگی محاذ آرائی کی اس مناسبت سے ان مجاہدین پر وہابی کا لفظ اتار دیا گیا۔

پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ جس طرح مجاہدین بالاکوٹ پکے موحد تھے۔ شرک کی کوئی آلائش ان کے ہاں نہ پائی جاتی تھی۔ ان کے بعد یہ نیا پیدا ہونے والا فرقہ غیر مقلدین بھی شرک سے پوری طرح بچنے والا تھا۔ اس مناسبت سے انگریز عملداری میں یہ لفظ وہابی اب غیر مقلدین پر بھی آگیا جب بالاکوٹ کی مہم ناکام ہوئی اور قائدین جامِ شہادت نوش کر گئے تو اب یہ لفظ ان غیر مقلدین کے لیے خاص ہو گیا اور حضرت سید احمد اور شاہ اسماعیل کے پیروؤں نے صرف مجاہدین کے نام سے اپنا کیمپ لگایا۔ یہ کیمپ قیام پاکستان تک لگا رہا۔ اس وقت اُن کے سربراہ مولانا فضل الٰہی تھے۔ وہابی کا لفظ ان دنوں ان غیر مقلدین کے لیے خاص ہو کر رہ گیا تھا۔ مولانا کرامت علی جونپوری (۱۲۶۹ھ) جو حضرت سید احمد شہید کے خلفاء میں سے تھے ایک جگہ لکھتے ہیں :-

> حق یہ ہے کہ وہابی لوگوں کا مذہب قدیم میں نہ تھا اور نہ ان کے مذہب کی کوئی کتاب نظر پڑی جو ان کے مذہب کا حال معلوم ہوتا۔ مگر افواہًا لوگوں کی زبانی جو ان کا حال سُنا تو معلوم ہوا کہ وہ لوگ شرک سے خوب پاک ہیں۔ مگر اس قدر ضدی ہیں کہ اپنے گروہ کے سوا دوسرے کو مسلمان سمجھتے ہی نہیں۔ سب کو مشرک کہتے ہیں اور سب کی طرف سے بدگمان ہیں۔[1]

---

[1] مکاشفاتِ رحمت ص ۱۷

اس عصری شہادت سے پتہ چلا کہ وہابی کا لفظ اب انہی لوگوں کے لیے خاص ہو کر رہ گیا تھا۔ اور یہ جو اپنے آپ کو مولانا اسمٰعیل شہید کا پیرو کہتے تھے غلط کہتے تھے اور مانسہرہ کے مجاہدین کے کیمپ سے ان سے کھلے طور پر لاتعلقی کا اظہار کر دیا گیا تھا۔

ہندوستان کے غیر مقلدین کی پریشان حالی

ہندوستان کے غیر مقلدین اپنے اوپر اس لفظ (وہابی) کا آنا پسند نہ کرتے تھے۔ وہ کسی طرح شیخ محمد بن عبدالوہاب کی طرف منسوب ہونے کو تیار نہ تھے۔ وہ برسرِ عام کہتے کہ شیخ مقلد تھے اور ہم غیر مقلد ہم ان کے پیرو کیسے ہو سکتے ہیں۔ ان کی پوری کوشش تھی کہ جس طرح بھی بن پڑے اس ٹائٹل کو اپنے سے اُتارا جائے۔ وہ سمجھتے تھے کہ انہیں وہابی کہہ کر انگریزوں کے ہاں بدنام کیا جا رہا ہے گویا ہم بھی انگریزوں کے خلاف لڑنے والوں میں سے ہیں۔ انگریزوں کی مخالفت کا اقرار انہیں کسی طرح گوارا نہ تھا۔

اس صورت حال کا سامنا کرنے کے لیے مولانا محمد حسین بٹالوی نے جہاد کے خلاف ایک رسالہ لکھا اور حکومت برطانیہ کو یقین دلایا کہ ہم لوگ آپ کے خلاف نہیں ہیں۔ مولانا بٹالوی نے حکومت سے درخواست کی کہ لفظ وہابی ہم سے ہٹایا جائے اور ہمارے لیے اہلحدیث کا لفظ منظور کیا جائے ڈاکٹر اشتیاق حسین لکھتے ہیں :-

> مولوی محمد حسین بٹالوی نے اپنے فرقے کی طرف سے برطانوی حکومت کو یہ درخواست پیش کی کہ وہ وہابی کے لفظ کو اہل حدیث سے بدل دے جو اب اس فرقے کا مسلمہ نام ہے۔ ۱۸۸۸ء میں حکومت نے یہ درخواست منظور کر لی۔ اس حقیقت کا اظہار قرینِ انصاف ہے کہ اس فرقے نے کبھی اپنے آپ کو وہابی نہیں کہا تھا ابتدا میں ان کا دعوٰے یہ تھا کہ وہ حنفی ہیں اور ان کا اختلاف حنفیوں سے صرف ان معاملات میں ہوتا ہے جس میں حدیث کی کوئی راست سند ان کے خیال کے

مطابق کسی حنفی فتوے یا معمول سے متصادم ہو۔[1]

اس سے پتہ چلا کہ ہندوستان میں ۱۸۸۸ء سے پہلے لفظ وہابی صرف غیر مقلدین پر بولا جاتا تھا۔ یہ بھی پتہ چلا کہ انہیں اہلحدیث ہونے کا نام سرکار انگلشیہ نے دیا۔ اور یہ بھی پتہ چلا کہ یہ نوزائیدہ فرقہ پہلے حنفی فقہ سے اس قدر متنفر نہ تھا جتنا اب ہے۔

اس تفصیل سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اب تحریک ترکِ تقلید کہیں نہیں رہی۔ اب غیر مقلدین تحریک انکارِ تقلید کے موڑ پر ہیں اور معلوم نہیں آئندہ یہ کس فرقے کی شکل میں اٹھیں گے اور تحریک آزادیٔ فکر انہیں کہاں سے کہاں تک لے جائے گی۔

جب تک یہ لوگ تحریک ترکِ تقلید کے حامی رہے۔ اہل السنۃ والجماعۃ نے انہیں اپنے سے کوئی زیادہ فاصلے پر محسوس نہیں کیا۔ ترکِ تقلید کسی علمی تحقیق کے باعث بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ انکارِ تقلید پوری امت کے ایک اجماعی موقف کے خلاف ایک کھلا اعلانِ بغاوت ہے۔ فروعی اختلافات پر علیحدہ جماعت بندی اسلام کے پہلے تین ادوار میں کہیں نہیں دیکھی گئی۔ لیکن اب ان لوگوں نے اپنے چند فروعی امتیازات پر علیحدہ جماعت بندی کر رکھی ہے۔

علماءِ حق اس بدعت کے خلاف اُٹھے اور انہیں اس فکری بغاوت کے خطرناک نتائج سے ڈرایا اور علمی سطح پر اس موضوع پر علمی مواد پیش کیا اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ پر تحقیقی کتابیں لکھیں۔ مناظروں میں انہیں پے در پے شکستیں ہوئیں جنہوں نے بقول مولانا اسماعیل صاحب آف گوجرانوالہ جماعت اہلحدیث کو بہت قلاش کر دیا۔

اللہ رب العزت ان تمام علماء کو جزائے خیر دے۔ جنہوں نے مسلمانوں کو جوڑ کر رکھنے کے لیے تقلید کے موضوع پر محنت کی اور جو لوگ تقلید آباءِ نسبی اور تقلید آباءِ علمی کے مابین فرق کو نظر انداز کر کے مطلق تقلید کے انکار کے درپے تھے۔ ان کی خوب عملی اور فکری تردید کی۔

یہاں تک کہ علامہ اقبال بھی کہہ اُٹھے ؎

---

[1] علماء میدانِ سیاست میں صفحہ ۲۱

اکبر الٰہ آبادی نے بھی کہا تھا ؎

آزاد سے دین کا گرفتار اچھا　　شرمندہ ہو جو دل سے وہ گنہ گار اچھا

حضرت امام اعظمؒ کے نام پر ہندوستان پاکستان میں جو کتابیں لکھی گئیں ان میں مولانا شبلی نعمانی کی کتاب سیرت النعمان کے بعد مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی کی کتاب امام اعظم اور ان کی دوسری کتاب امام اعظم اور ان کے ناقدین بہت بلند پایہ کتابیں ہیں مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری کی کتاب امام اعظم ابو حنیفہ اور شیخ الحدیث مولانا سرفراز خاں صفدر کی کتاب مقام ابو حنیفہ اور مولانا مناظر احسن گیلانی کی کتاب امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی اور مولانا محمد علی کاندھلوی کی ضخیم کتاب امام اعظم اور علم حدیث اور مصر کے شیخ ابو زہرہ کی کتاب حیات امام ابو حنیفہ حضرت امام ابو حنیفہؒ پر لکھی گئی اس دور کی قابلِ قدر کتابیں ہیں۔

علامہ سیوطیؒ نے اپنی کتاب الرد علی من اخلد الی الارض میں ان کا ذکر کیا ہے اور ان پر انکار کیا ہے۔ ابن حزم ظاہری کا انکار تقلید سمجھ میں آتا ہے کیونکہ وہ اجتہاد ہی کے قائل نہ تھے۔ جب ان کے ہاں مجتہد کا ہی تصور نہیں تو ظاہر ہے کہ مقلد کی بھی ان کے ہاں کوئی جگہ نہ ہوگی سو ابن حزم کے موقف کو غیر مقلدین اپنے لیے کوئی دلیل نہیں بنا سکتے۔

امام عمرو بن حارث انصاری (۱۴۸ھ) کتنے بڑے امام تھے۔ ابن وہب کہتے ہیں میں نے ان سے بڑا حافظ حدیث کوئی نہیں دیکھا۔ ہم مصر میں ان کی اور امام لیث کی اقتداء کرتے تھے اگر یہ زندہ رہتے تو ہمیں امام مالک سے استفادہ کی حاجت نہ رہتی۔ (تذکرہ)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ امت میں ان دنوں تقلید ائمہ جاری ہو چکی تھی۔ یہ صحیح ہے کہ اسلام میں پہلے اشتغال فی العلم کا دور تھا۔ پھر جب ہمتیں کمزور ہوتی گئیں۔ علم میں وہ گہرائی اور سوچ نہ رہی یہاں تک کہ پوری امت پہلے مجتہدین کی تقلید پر جمع ہو گئی۔ اس میں شک نہیں کہ افضل درجہ علم ہی کا ہے تقلید کا نہیں۔ گو اس دور میں احوط یہ ہے۔ تاہم علماء اعلام کی کوشش رہی کہ دورِ اول کی یاد پھر سے تازہ ہو۔ لیکن یہ صرف ایک تمنا اور آرزو ہی رہی اور پوری امت کا اجماع تقلید پر ہو گیا۔ و آئندہ دین کی سلامتی کی راہ یہی چل نکلی۔

حضرت امام شافعی کے شاگرد امام مزنی نے بھی تقلید کے خلاف ایک رسالہ لکھا تھا جس کا ذکر حافظ ابن عبدالبر کی کتاب العلم میں ملتا ہے۔ ان کا موقف یہ نہ تھا کہ تقلید کوئی گناہ ہے۔ بلکہ آپ علماء کو تقلید کی بجائے علمی تبحر اور مرتبہ اجتہاد پر لانا چاہتے تھے۔ آپ کے شاگرد امام قاسم بن محمد اندلسی (۲۷۰ھ) نے بھی کتاب الایضاح فی الرد علی المقلدین لکھی۔ مگر یہ بھی طلب علم کی ایک ترغیب تھی۔ غیر مقلدین کا گروہ پیدا کرنا ان کا منشاء نہ تھا۔ حافظ ذہبی ان کے ذکر میں لکھتے ہیں:-

عرفتہ انتہائی تحقیق اور محنت سے حاصل کیا۔ اس میں اتنی بصیرت پیدا کی کہ تقلید کی بجائے اجتہاد اور اتباع دلیل کا مسلک اختیار کیا۔ البتہ ان کا رجحان امام شافعی کے مذہب کی طرف تھا۔ؔ

لہ تذکرۃ الحفاظ جلد ۲ صفحہ ۱۴۹

مسئلہ تقلید پر علماء کے علمی معرکے

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ. امابعد :

تاریخ تقلید آپ کے سامنے آچکی مسلمان اپنے علمی تقاضوں میں کن کن حالات سے دوچار ہوئے ہیں یہ اب آپ سے مخفی نہیں رہا تاہم یہ بات ضروری ہے کہ تقلید کوئی ایسی سطحی موضوع نہیں جسے عام ان پڑھ لوگوں کے کہنے پر گناہ سمجھ لیا جائے. یہ صحیح ہے کہ پہلے ادوار میں بھی تقلید کی کچھ مخالفت بھی رہی ہے لیکن اس مخالفت میں اور آج کل کے غیر مقلدین کی تحریک ترکِ تقلید میں زمین اور آسمان کا فرق ہے. پہلے دور میں تقلید کی مخالفت علم کے مقابلے میں تھی کہ لوگ مقلد نہ بنیں عالم اور مجتہد بنیں. یہ علم کی ایک ترغیب ہے لیکن آج تقلید کی مخالفت کا مطلب لوگوں کو غیر مقلد بنانا ہے اور جو عام لوگ اہلحدیث کہلاتے ہیں وہ بھی مقلد ہیں مگر وہ اپنے علماء کے مقلد ہیں مجتہدین کے نہیں. یہ شیعوں کا عقیدہ تھا کہ فوت شدہ کی تقلید جائز نہیں تقلید عہد حاضر کے علماء کی چاہیئے. افسوس کہ اس مسئلے میں غیر مقلدین شیعوں کے ساتھ ہو گئے ہیں.

ہندوستان میں تقلید کے خلاف جو پہلے ہوا چلی اس کے حامی تقلید کو گناہ نہیں، صرف خلاف اولیٰ سمجھتے تھے. ابوالخیر سید نورالحسن بھوپالی نے اس پر جو کتاب لکھی اس کے نام پر غور کیجئے. اس سے اس وقت کی پوری صورتحال آپ کے سامنے آجاتے گی.

الطریقۃ المثلی فی الارشاد الی ترك التقلید واتباع ماھو الاولیٰ

یہ کتاب جامعہ ازہر کے کتب خانہ میں نمبر ۱۸۵۵ کے تحت موجود ہے. اس کے مطابق یہ اختلاف صرف اولیٰ اور غیر اولیٰ کا ہے. اس نے علم حاصل کرنے کو اولیٰ ٹھہرایا ہے تقلید کی مخالفت سب سے پہلے حافظ ابن حزم (۴۵۷ھ) نے کی اور اس پر کچھ رسالے بھی لکھے

حافظ شہاب الدین ابوالقاسم المعروف بابن ابی شامہ (۶۶۵ھ) نے اسی جذبہ سے المؤمل للرد الی الامرالاول لکھی۔ یہ نام بتلاتا ہے کہ الامرالثانی اس دور میں بھی تقلید ہی تھی اور اس پر پوری قوم جمع تھی۔ علامہ ابن دقیق العید (۷۰۲ھ) کی کتاب کتاب التسدید فی ذم التقلید بھی اسی پیرایہ میں ہے کہ علم کی راہ چھوڑ کر تقلید کی راہ اختیار کرنا اچھا موقف نہیں۔ یہاں تقلید کی مخالفت علم کی حمایت میں ہے غیر مقلدین بنانے کے لیے نہیں۔ حافظ ابن عبدالبر (۴۶۳ھ) خود مالکی ہیں۔ حافظ ابن قیم (ھ) خود حنبلی ہیں مگر دونوں نے تقلید کے مقابل راہِ علم کی ترغیب دی۔ غیر مقلدین کے نام سے انہوں نے کوئی گروہ نہیں بنایا۔

تقلید کی مخالفت کر کے لوگوں کو غیر مقلد بنانا یہ ان حضرات کا موقف نہ تھا۔ نہ ان دنوں غیر مقلدین کے نام سے کوئی گروہ یا جماعت دُنیا میں پہچانی گئی۔ مجتہدین اور اُونچے درجے کے علماء کے سوا کوئی مسلمان ترکِ تقلید کی جرأت نہ کرتا تھا۔

اب ہم ان چند تالیفات کا ذکر کرتے ہیں جو تقلید کے جواز پر لکھی گئیں۔ ان سے پتہ چلتا ہے کہ تقلید کا لفظ ہمیشہ اجتہاد کے مقابل استعمال ہوا ہے ترکِ تقلید کے مقابل نہیں اور بلا علم ترکِ تقلید کی پُوری امت میں کہیں حمایت نہیں کی گئی۔

(۱) الاقلید لادلة الاجتہاد والتقلید ــــ لابی النصر الطاہر علی حسن خاں۔ مکتبۃ ازہر میں اس کی فوٹو کاپی موجود ہے۔

(۲) القول السدید فی الاجتہاد والتقلید ــــ للشیخ محمد عبدالعظیم المکی الحنفی۔ مکتبہ ازہر میں یہ نمبر ۱۹۲۲ کے تحت موجود ہے۔

(۳) جواب الشیخ سعید بن حجی الحنبلی عن التقلید والانتقال من مذہب الٰی آخر۔ ابھی حال میں ہی چھپی ہے اور ہر جگہ ملتی ہے

(۴) تحفۃ الرای السدید الاحمد لضیاء التقلید والمجتہد ــــ للسید احمد بک۔ مکتبہ ازہر میں یہ نمبر ۹۲۳ کے تحت موجود ہے۔

⑤ ارشاد المہتدین فی نصرۃ المجتہدین ـــــ للعلامۃ السیوطی الشافعی

⑥ قمع اہل الزیغ والالحاد عن الطعن فی تقلید ائمۃ الاجتہاد ـــ لمحمد الخضر بن عبداللہ الشنقیطی

ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کا چراغ ابھی گُل نہ ہوا تھا کہ اللہ رب العزت نے اس سرزمین سے اس نابغۂ روزگار ہستی کو پیدا کیا جس کی علمی سلطنت پوری دنیا میں پھیلی۔ تاریخ بارہویں صدی کے اس مجدد کو "شاہ ولی اللہ محدث دہلوی" کے نام سے یاد کرتی ہے۔ آپ نے آنے والے حالات پر ایک فکری نظر کی اور اسلام کے کام کو آگے جاری رکھنے کے لیے اتباعِ سلف اور تقلید اعلم کے مسئلہ کو خوب نکھارا اور اس پر بہت مفید کتابیں لکھیں۔

ان کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کوئی ایسا آسان مسئلہ نہیں جسے دو لفظوں میں اڑا دیا جائے جیسا کہ آج کل کے غیر مقلدین کرتے ہیں کہ ہمیں قرآن و حدیث کے بعد اور کسی چیز کی ضرورت نہیں بس اور سب اختلافات ختم ہو گئے۔

① عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید

② الانصاف فی بیان سبب الاختلاف کلاہما للمحدث الدہلوی ؒ

یمن میں ایک عالم قاضی محمد بن علی شوکانی (۱۲۵۵ھ) صاحب نیل الاوطار اُٹھے ـــ اور القول المفید فی ادلۃ الاجتہاد والتقلید کے نام سے اس موضوع پر قلم اُٹھایا۔ آپ اصلاً شیعوں کے زیدی فرقہ میں سے تھے اور اثنا عشریوں کے اس مسئلہ سے خاصے متاثر تھے کہ فوت شدہ کی تقلید پر قائم رہنا درست نہیں، سو اُن کی اس انکار کی جہت اور تھی۔

علامہ ابراہیم بن الوزیر بھی اس نظریہ کے تھے۔ آپ نے کتاب القواعد میں تقلید اموات کو حرام قرار دیا ہے۔ علماء حنابلہ پر اللہ تعالیٰ رحمتیں فرمائے۔ انہوں نے کھل کر اس فتنے کا مقابلہ کیا۔ علامہ سعید بن حجی الحنبلی (۱۲۲۹ھ) نے اس پر ایک رسالہ لکھا جس کا ذکر ہم ۳۲ کے تحت کر آئے ہیں۔ اللہ رب العزت نے شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کو بھی جزائے خیر دے کہ انہوں نے اس پر بڑی استقامت دکھائی اور تقلید کو عامۃ الناس کے لیے واجب کہا۔ آپ خود حنبلی المذہب تھے دیکھیے

سعودی عرب میں مشائخ نجد اب تک بیسؔ رکعات تراویح پڑھتے ہیں اور خانہ کعبہ اور حرم مدینہ میں اب تک بیس تراویح ہی پڑھی جا رہی ہے۔

ہندوستان میں باقاعدگی سے جو عالم تقلید کے خلاف اٹھے وہ حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحب دہلوی کے شاگرد مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی تھے۔ آپ اپنے بعد آنے والے تمام غیر مقلد حضرات کے شیخ الکل سمجھے جاتے ہیں۔ یہ عنوان خود بتاتا ہے ان سے پہلے یہاں تقلید ہی تقلید تھی۔ باقاعدہ ترکِ تقلید کا آغاز حضرت شیخ الکل سے ہوا ہے اور کل سے مراد یہاں کل غیر مقلدین ہیں۔ اُن سے پہلے اگر کوئی غیر مقلد (جو نہ مجتہد ہو نہ معتمد) ہوا ہوتا تو آپ سب غیر مقلدین کے شیخ الکل کیسے ہو سکتے تھے۔ کسی صورت میں نہیں — حضرت شیخ الکل نے اس مسئلہ پر ایک کتاب معیار الحق لکھی۔ جس کا جواب حضرت مولانا نواب قطب الدین خان (صاحب مظاہر حق شرح المشکوٰۃ) کے حکم سے حضرت مولانا محمد شاہ صاحب نے مدار الحق کے نام سے لکھا یہ کتاب اپنے موضوع میں انوکھی اور لاجواب کتاب ہے اور پاکستان میں پھر چھپ چکی ہے مولانا ارشاد حسین صاحب رامپوری نے بھی اس کا ایک عمدہ جواب انتصار الحق کے نام سے لکھا ہے۔

شیخ الکل کو بھی اس فکر کا بانی ہم صرف اس جہت سے کہتے ہیں کہ علماء میں پہلے آپ ہی ہیں جنہوں نے ہندوستان میں ترک تقلید کی تحریک چلائی۔ ورنہ اس تحریک کے اصل بانی دو ہندو تھے۔ فقہ کے خلاف جو پہلی کتاب ہندوستان میں لکھی گئی وہ الظفر المبین فی رد مغالطات المقلدین ہے جو ہری چند بن دیوان چند قوم کھتری سکنہ علی پور چٹھہ ضلع گوجرانوالہ نے لکھی اور لاہور میں چھپی۔ اس وقت سے تحریک ترکِ تقلید کا مرکز ضلع گوجرانوالہ سمجھا جاتا ہے۔ ہری چند نے مسلمانوں میں اپنا نام محی الدین رکھا ہوا تھا۔ مولانا منصور علی بن مولانا محمد حسن علی مراد آبادی نے فتح المبین فی کشف مکائد غیر المقلدین کے نام سے اس کا جواب لکھا جو بہت مفصل اور محققانہ ہے۔

مولانا منصور علی نے الظفر المبین کو ہری چند کی تصنیف بتایا ہے محی الدین کی نہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا منصور علی کی تحقیق کے مطابق وہ ہندو ہی تھا مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے

اس نے اپنا نام محی الدین رکھا ہوا تھا۔ اسی طرح عبدالحق بنارسی بھی اصلاً ہندو تھا۔ ان دونوں ہندوؤں نے مسلمانوں میں گھس کر سلفِ صالحین کی مخالفت کی ایسی چنگاری روشن کی ہے کہ یہ آگ اب تک بجھنے میں نہیں آئی یہ غیر مقلدین حضرات تقلید کو خلافِ اولیٰ نہیں گناہ سمجھتے ہیں۔

تاہم یہ صحیح ہے کہ علماء میں سے پہلے مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی ہیں جو ان ہندوؤں کے پیچھے لگے لیکن مولانا نے رکوع کے وقت رفع الیدین ہری چند کے کہنے پر نہیں سر سید احمد خاں کے اکسانے پر شروع کیا تھا۔ سرسید کے انگریزوں کے ساتھ گہرے تعلقات تھے اور بدیشی حکومت چاہتی تھی کہ دہلی کی درسگاہ حدیث شاہ محمد اسحٰق صاحب محدث دہلوی کے طریقے پر مقلدین کے پاس نہ رہے۔ مسلمانوں میں اتفاق اس بدیشی حکومت کو پسند نہ تھا۔

یہ وہ حالات ہیں جن کے باعث تقلید مجتہدین علمی دنیا کا ایک اچھا خاصا معرکۃ الآراء موضوع بن گیا اور بڑے بڑے علماء نے اس پر لکھا اور حق یہ ہے کہ اب اس مسئلے میں کسی پہلو سے گرانباری نہیں رہی۔

(۱) حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ (۱۳۲۳ھ) نے کئی تحریرات میں اس مسئلے کو واضح کیا ہے۔ آپ کی تالیفات میں سبیل الرشاد خاص اسی موضوع پر ہے۔

(۲) پھر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کے دوسرے خلیفہ شیخ الاسلام حضرت مولانا انوار اللہ صاحب حیدرآبادیؒ بانی جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور حقیقۃ الفقہ (۱۳۲۷ھ) دو جلدوں میں لکھی۔ جلد اول ۴۰۴ صفحات اور جلد دوم ۲۴۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

(۳) علامہ شبلی نعمانی کی کتاب سیرۃ النعمان گو اصالۃً حضرت امام اعظمؒ کی علمی حیثیت کا تذکرہ ہے اور فقہ حنفی کی عظیم تاریخ مگر ضمناً مسئلہ تقلید کے بھی بہت سے مسائل اس میں آگئے ہیں۔ یہ کتاب ۱۸۹۳ء میں لکھی گئی۔ اس کے ۲۵۸ صفحات ہیں۔

(۴) مولانا غلام دستگیر قصوری نے مباحثہ فرید کوٹ میں تقلید اور اس کے متعلقہ مسائل پر جو

محنت کی وہ مباحثہ فرید کوٹ کے نام سے شائع شدہ ہے۔

(۵) پھر شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندیؒ نے ایضاح الادلہ میں ان مسائل کی اصلی حیثیت کو نکھارا کہ اب تک غیر مقلدین سے اس کا جواب باصواب لکھا نہیں جاسکا

(۶) محدث نیموی صاحب آثار السنن نے اوشحۃ الجید فی مباحث التقلید لکھی۔

(۷) پھر حضرت حاجی صاحبؒ کے نامور خلیفہ حکیم الامت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانویؒ (۱۳۶۲ھ) نے الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد اور الکلام الفرید فی التزام التقلید لکھیں۔

(۸) حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب ناظم تعلیمات دیوبند کی کتاب تنقیح التنقید آپ کے ان مضامین کا مجموعہ ہے جو کسی وقت العدل (گوجرانوالہ) میں چھپتے رہے ہیں۔ آپ کا یہ معرکۃ القلم زیادہ تر مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ کے ساتھ رہا ہے۔

(۹) شیخ الحدیث حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری بانی خیر المدارس ملتان کی کتاب خیر التنقید فی سیر التقلید فنی نقطہ نظر سے اس فن کی آخری کتاب ہے۔

(۱۰) شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی نے اجتہاد و تقلید کے نام سے ایک نہایت مفید رسالہ قلمبند فرمایا۔

(۱۱) حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب نے فلسفہ تقلید و اجتہاد کے نام سے ایک علمی اور فکری کتاب لکھی۔

(۱۲) مولانا محمد اسمٰعیل سنبھلی (۱۳۹۵ھ) نے تقلید ائمہ کے نام سے ایک گراں قدر کتاب تحریر کی۔

(۱۳) حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی نے تدوینِ فقہ پر اس اچھوتے انداز میں قلم اٹھایا ہے کہ تقلید کا مسئلہ بھی پوری طرح واضح ہو جاتا ہے۔

(۱۴) مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوری نے تقلید شرعی کی ضرورت کے نام سے ایک لاجواب کتاب لکھی جو مکتبہ رحیمیہ سورت سے شائع ہوئی ہے۔

(۱۵) حضرت مولانا محمد تقی عثمانی کی کتاب تقلید کی شرعی حیثیت۔ اس موضوع کی لاجواب کتاب ہے

(۱۶) پھر حضرت مولانا محبوب احمد کی تالیف الکتاب المجید فی اثبات التقلید بھی اس موضوع پر ایک اچھی کوشش ہے۔

(۱۷) حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی کی السبک الفرید لسلک التقلید نہایت جامع اور علمی کتاب ہے۔

(۱۸) حضرت مولانا سرفراز خاں صفدر کی کتاب الکلام المفید فی اثبات التقلید اس موضوع کی نہایت لاجواب کتاب ہے۔

(۱۹) مدرسہ فقیر والی ضلع بہاولنگر کے شیخ الحدیث مولانا بشیر احمد قادری کی کتاب ترکِ تقلید اور اس کے بھیانک نتائج تقلید کی ضرورت پر تاریخِ امت کا نہایت دلفگار باب ہے۔

(۲۰) حضرت مولانا محمد علی کاندھلوی مصنف امام اعظم اور علم حدیث نے بھی اس موضوع پر متعدد رسائل لکھے جن میں ان مسائل پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے فجزاھم اللّٰہ احسن الجزاء

اللہ رب العزت ان تمام علماء کو جزائے خیر دے۔ جنہوں نے مسلمانوں کو جوڑ کر رکھنے کے لیے تقلید کے موضوع پر محنت کی اور جو لوگ تقلید آباء نسبی اور تقلید آباء علمی کے بین فرق کو نظر انداز کر کے مطلق تقلید کے انکار کے درپے تھے۔ ان کی خوب علمی اور فکری تردید کی۔ یہاں تک کہ علامہ اقبال نے بھی کہہ دیا ؎

راہ آبا رو کہ ایں جمعیت است　　　معنی تقلید ضبطِ ملت است

ہمارا مقصد اس بحث سے حدیث سے دوری نہیں۔ ہم یہاں صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ احادیث کتنی ہی کیوں نہ ہوں ان پر عملدرآمد کرنے کے لیے کسی مجتہد کے سائے میں چلنا ضروری ہے حضرت امام ابن وہب (۱۹۷ھ) کیسی اصولی بات فرما گئے ہیں۔

کل صاحب حدیث لیس لہ امام فی الفقہ فھو ضال ولولا ان اللّٰہ تعالیٰ انقذنا بمالک واللیث لضللنا۔[1]

---

[1] کتاب الجامع لابن زید القیروانی ص۱۱۸ ترتیب المدارک للقاضی عیاض جلد ۱ ص۹۱ کتاب المجروحین لابن حبان جلد ۱ ص۴۲

ترجمہ: ہر وہ محدث جو کسی امام فقہ کی پیروی میں نہیں چلا وہ راستے سے بھٹکا ہوا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں امام مالک اور امام لیث مصری کے ذریعہ اس گمراہی سے نہ نکالا ہوتا تو ہم بھی گمراہ ہو جاتے۔

مجتہد کی نظر صرف الفاظ حدیث پر نہیں ہوتی۔ وہ یہ بھی دیکھتا ہے کہ یہ حدیث امت میں کہاں تک معمول بہ رہی ہے اور صحابہؓ کا عمل اس پر کیسے رہا ہے پھر کہیں جا کر وہ اس پر عمل کرتا ہے۔ حافظ ابن رجب حنبلی لکھتے ہیں:۔

اما الائمة وفقهاء اهل الحديث فانهم يتبعون الحديث الصحيح حيث كان اذا كان معمولاً به عند الصحابة ومن بعدهم او عند طائفة منهم فاما ما اتفق على تركه فلا يجوز العمل به لانهم ما تركوه الا على علم انه لا يعمل به قال عمر بن عبد العزيز خذوا من الرأي ما كان يوافق من كان قبلكم فانهم كانوا اعلم منكم۔[1]

ترجمہ: ائمہ کرام اور فقہاء حدیث صحیح حدیث کی اس وقت پیروی کرتے ہیں کہ وہ حدیث صحابہؓ اور ان کے بعد کے لوگوں میں معمول بہ رہی ہو اور جس کے ترک پر سب متفق ہوں اس پر عمل کرنا جائز نہیں رہتا۔ کیوں کہ صحابہؓ نے اس حدیث کو اس علم سے ترک کیا ہے کہ وہ لائق عمل نہ تھی۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے فرمایا کہ اس رائے کو لو جو تم سے پہلے لوگوں کے موافق رہی ہو وہ بیشک تم لوگوں سے زیادہ علم رکھتے تھے۔

امام ترمذیؒ کو دیکھئے کس طرح ہر حدیث کے ساتھ تعامل امت پیش کرتے ہیں۔ صحابہؓ نے کسی مسئلے میں اختلاف کیا اسے بھی بیان کرتے ہیں اور پھر فقہاء کی آراء بھی ذکر کرتے ہیں اور جن دو حدیثوں پر کسی کا عمل نہیں رہا انہیں کتاب العلل میں علیحدہ ذکر کیا ہے۔

---

[1] فضل علم السلف علی الخلف ص ۹

مجتہد کے علم کے سایہ میں اپنی علمی خطا معاف

محدث جلیل اور امام کبیر سفیان بن عیینہ (۱۹۷ھ) فرماتے ہیں کہ نبوت کے بعد سب سے بڑا علمی مرتبہ فقہ کا ہے یہی وجہ ہے کہ محدثین کبار ہمیشہ نبوت اور فقہ کے سائے میں چلے ہیں. آپ نے فرمایا :-

لم یعط احد بعد النبوۃ افضل من العلم والفقہ فی الدین.[1]

ترجمہ. نبوت کے بعد علم اور فقہ سے بڑا مرتبہ کسی کو نہیں دیا گیا.

فقہاء کی پیروی فقہ کی اسی عظمت کا اعتراف اور دین پر چلنے کی ایک بے خوف راہ ہے جس میں مجتہد مخطی بھی ہو تو ایک اجر پاتا ہے. سو مجتہدین کے پیروؤں کو یہ خدشہ ذہن سے نکال دینا چاہیئے کہ اگر ہمارا امام اپنے فیصلے میں خطا پر ہوا تو انہیں ان مسائل پر عمل کرنے میں اجر نہ ملے گا ——— ہاں عام انسان اگر خود تحقیق کا مدعی ہو اور وہ غلطی کرے تو وہ اس عمل کے اجر سے ضرور بے نصیب ہو گا کیونکہ وہ مجتہد درجے کا صاحب علم نہ تھا اور شریعت کا یہ ایک اجر کا وعدہ مجتہد مخطیٔ سے ہے نہ کہ عامی سے ——— اور عامی کا یہ حق بھی نہیں کہ کسی حدیث کے ظاہر کو دیکھ کر وہ اپنے امام کے فیصلے کو غلط سمجھ لے. علم حدیث ایک پورا فن ہے اسے معلوم نہیں کہ اس حدیث کے مقابل دوسری کون سی حدیث ہے اور یہ عامی فن حدیث کے ناسخ و منسوخ اور صحابہ کرامؓ کے تعامل سے یکسر بے خبر اور جاہل ہے. اسے کیسے یہ حق دیا جا سکتا ہے کہ وہ کسی ظاہر حدیث کو دیکھ کر اس پر عمل کر لے. مقلد کی یہ دانائی ہے. کہ اس نے اپنے عمل کا سارا بوجھ اپنے امام پر رکھ دیا ہے اور اپنے اُوپر نہیں لیا. حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

---

[1] شرح کتاب النیل وشفاء العلیل للشیخ محمد بن یوسف جلد ۱ ص۱ طبع جدہ

من افتی بغیر علم کان اثمہ علیٰ من افتاہ رواہ ابوداؤد[1]

ترجمہ: جس علم نہ رکھنے والے کو جس مفتی نے کوئی فتوے دیا تو (اگر وہ فتوے غلط تھا)

اس کا گناہ اس فتوے دینے والے پر آئے گا (اس پیروی کرنے والے پر نہیں)

اس میں مناط کلام اس عامی کو گناہ سے نکالنا ہے فتوے دینے والے پر گناہ کا لفظ بر سبیل مشاکلت آیا ہے اس میں ہر گنہگار وہ عالم ہوگا جو مجتہد کے درجے میں نہیں، جو مجتہد کے درجے میں ہو وہ اپنی خطاء پر بھی ایک اجر کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ اس میں وہ مستوجب سزا نہ ہوگا حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں حضورؐ نے فرمایا :-

اذا حکم الحاکم فاجتھد فاصاب فلہ اجران واذا حکم فاخطاء فلہ اجر واحد[2]

ترجمہ: جب حکم لگانیوالے نے کسی بات پر حکم لگایا اور اس نے اجتہاد کیا تو اگر وہ صحیح بات کو جا پہنچا تو اسے دو اجر ملیں گے اور اگر اس نے خطا کی تو وہ صرف ایک اجر کا مستحق ٹھہرے گا۔

سو اس ارشادِ نبوت کی روشنی میں اگر کوئی خطرے سے باہر ہے تو وہ صرف مقلد ہے غیر مقلدین حضرات نے جو اپنے اعمال کا سارا بوجھ اپنے سر لے رکھا ہے اور وہ علم میں پختہ نہیں ہیں تو قیامت کے دن وہ اپنے اعمال کے خود ذمہ دار ٹھہریں گے۔ کسی مجتہد کے علم کے سایہ میں ان کی غلطیاں معاف نہ ہو سکیں گی بخلاف مقلد کے کہ انہیں خطا پر بھی ایک ہی اجر کا مستحق ٹھہرایا ہے اور یہ اللہ رب العزت کا اس امام پر اور اس کی پیروی کرنے والے عوام پر ایک انعام ہے سو ضروری ہے کہ تقلید کو اپنے حق میں ایک نعمت سمجھا جائے۔ بشرطیکہ وہ اس مجتہد کی ہو جس کے مجتہد ہونے پر پوری امت کا اتفاق چلا آیا ہو کسی ایسے غیرے کی پیروی نہ ہو۔ ایسا ہو تو اُسے تقلید مجتہد نہ کہا جا سکے گا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

---

[1] مشکوٰۃ صفحہ ۳۵ [2] جامع ترمذی جلد ۱ صفحہ ۱۵۸

فاما من لم یکن محلاً للاجتہاد فہو متکلف ولا یعذر بالخطاء بل یخاف علیہ الوزر[1]

ترجمہ: جو شخص اجتہاد کا اہل نہ ہو گا وہ تکلف سے محقق بنا بیٹھا ہے اسے معذور نہ سمجھا جائے گا، اجر کی بجائے اس پر گناہ لوٹنے کا اندیشہ ہے۔

حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ لکھتے ہیں۔

جو مسئلہ کہ صحابہ کرامؓ کے اجماع سے ثابت نہ ہو یعنی صحابہؓ کے وقت میں ایسا واقع نہ ہوا جو اس پر حکم ٹھہرا کر وہ اجماع کرتے تو ایسی بات پر مجتہد مُں کے قیاس صحیح کے موافق عمل کرے۔ پھر وہ مجتہد بھی ایسا ہو کہ جس کا اجتہاد امت کے اکثر عالموں نے قبول کیا ہے جیسے امام اعظمؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ اور قیاس بھی فاسد نہ ہو۔[2]

حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ نے جو امام ابو حنیفہؒ کو امام اعظمؒ لکھا ہے اُسے بُرا نہ سمجھیں، علامہ ذہبیؒ نے بھی تو تذکرۃ الحفاظ میں آپ کو امام اعظم کے لقب سے ذکر کیا ہے اور حق بھی یہ ہے کہ آپ امت کے دائرہ اجتہاد کا ہمیشہ سے مرکز رہے ہیں۔

حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ نے قیاس کو حجت ٹھہرایا ہے۔ قیاس صحیح کے حجت ہونے میں کسی صاحب علم کا کوئی اختلاف نہیں۔ مولانا عطاء اللہ حنیفؒ لکھتے ہیں۔

جہاں تک ان مسائل کا تعلق ہے جن کے بارے میں کوئی متعین نص نہیں ہے تو بغیر کسی اختلاف کے کہا جا سکتا ہے کہ قیاس و رائے کی تگ و تاز ان میں مسلم ہے۔[3]

مولانا نے ثابت کیا ہے کہ ضرورت کے موقع پر اہل الرای ہونا ایک علمی شرف ہے یہ کوئی نفرت کا موضوع نہیں۔ جیسا کہ بعض نادان اہلحدیث (باصطلاح جدید) نے سمجھ رکھا ہے۔

جمہور از صحابہ و تابعین و فقہاء و متکلمین بآں رفتہ کہ قیاس اصلی از اصول شریعت است۔[4]

---

[1] قوت المغتذی بشرح الترمذی صہ [2] تذکیر الاخوان صہ ۱۸۴ [3] مسئلہ اجتہاد صہ ۱۰۶ [4] افادۃ الشیوخ صہ ۱۲۲

قیاس کے اصول دین میں ہونے کا انکار داؤد بن علی بن خلف اصفہانی کے سوا کسی نے نہیں کیا. بعد میں آنے والے تمام ظاہری اسی کے پیچھے چلے ہیں. ہاں یہ بات بے شک درست ہے کہ عقائد میں قیاس نہیں چلتا. اس کی تگ و تاز صرف احکام میں ہے. اس پر تمام اہل الفقہ والحدیث (جن کا قدیم میں صرف اہل سنت نام تھا) کا اتفاق ہے.

حافظ ابن عبدالبر لکھتے ہیں:-

لاخلاف بین فقہاء الامصار وسائر اھل السنۃ وھم اھل الفقہ والحدیث فی نفی القیاس فی التوحید واثباتہ فی الاحکام الاداؤد بن علی بن خلف الاصفہانی.[1]

مشہور فقہاء عظام اور اہل السنۃ والجماعۃ جن سے مراد اہل الفقہ والحدیث ہیں. ان کا آپس میں اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ قیاس کا عقائد میں اعتبار نہیں اور احکام میں قیاس بے شک ایک اصل ہے (جس پر قیامت تک کے پیش آمدہ نئے مسائل استنباط ہوتے رہیں گے) سوائے داؤد ظاہری کے کسی مقتدر عالم نے قیاس کے اصل شرعی ہونے سے انکار نہیں کیا.

غیر مقلدین کے مقتدر عالم نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے جن واضح الفاظ میں قیاس کے اصل شرعی ہونے کا اقرار کیا ہے وہ آپ کے سامنے ہے. اس کی روشنی میں اہلحدیث (باصطلاح جدید) حضرات کو کبھی اسے طعن و تمسخر کے پیرایہ میں ذکر نہ کرنا چاہیے. یہ حقیقت میں شریعت سے ایک تمسخر ہوگا. مگر افسوس کہ عہد حاضر کی تحریک ترک تقلید اسی پر مبنی ہے.

---

[1] جامع بیان العلم صہ۷۲

برصغیر پاک و ہند میں غیر مقلد جہلاء نہایت بُرے انداز میں قیاس سے تمسخر کرتے ہیں انہیں اپنے بڑوں کے اس اقرار سے سبق حاصل کرنا چاہیئے. جب قیاس مسائل غیر منصوصہ کی دریافت میں ایک شرعی حیثیت رکھتا ہے تو اس سے مذاق کرنا کیا خود شریعت سے مذاق نہ ہوگا؟ اور کیا شریعت سے مذاق کرلے والا مسلمان رہ جاتا ہے؟

افسوس کہ غیر مقلدین آزادی رائے کی حمایت میں جو چاہیں کہتے جائیں. ان کے علماء انہیں اس پہ ذرا نہیں ٹوکتے. وہ اس پر خوش ہوتے ہیں کہ حنفیوں کی تو گت بن رہی ہے اور یہ نہیں سوچتے کہ خود ان جہلاء کا بھی دین و ایمان ضائع ہو رہا ہے.

امام ابوحنیفہ (۱۵۰ھ) اور امام احمد (۲۴۱ھ) کے ہاں ضعیف حدیث کا درجہ قیاس سے بھی اوپر ہے ——اس سے معلوم ہوا کہ شریعت میں ضعیف حدیث کا بھی ایک درجہ ہے اور یہ حدیث موضوع روایت کے درجہ میں نہیں جس سے یہ آوارہ فکر لوگ تمسخر کا پیرایہ اختیار کریں. امام ابوحنیفہ اور امام احمد دونوں مجتہد ہیں. مجتہدین کا یہ موقف کہ حدیث ضعیف کا درجہ قیاس سے اونچا ہے بتلاتا ہے کہ جس طرح قیاس سے تمسخر شریعت سے تمسخر ہے اسی طرح ضعیف حدیث کی توہین بھی خود شریعت کی توہین ہے. ضعیف حدیث جب سامنے آئے تو قرآن بجائے اس کے انکار کے اس کے تبیّن کا حکم دیتا ہے. قرائن اس کی تائید کردیں تو وہ بات قابلِ قبول ہوجائے گی.

سو یاد رکھیئے کہ ضعیف حدیث ہو یا قیاس شرعی ان سے تمسخر اور مذاق انسان کو اتخذوا اٰیات اللہ ھزوا کے تاریک گڑھے میں گرا دیتا ہے. جہاں گرتے تو سینکڑوں لوگ دیکھے گئے لیکن سلامتی سے واپس آنے والا شاید ہی کہیں دیکھا گیا ہو.

محدثین کے ہاں ائمہ فقہ سے نسبتیں

محدثین جب کسی امام کی طرف منسوب ہوتے ہیں تو وہ کثرت موافقت کے باعث اسکی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ امام طحاوی اور بیہقی یہ حضرات اسی طرح کے حنفی اور شافعی تھے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں :۔

وکان صاحب الحدیث قد ینسب الی احدی المذاھب لکثرۃ موافقتہ کالنسائی والبیھقی ینسبان الی الشافعی۔[1]

امام ابوداؤد اس پیرایہ میں امام احمد بن حنبل کی طرف منسوب ہوئے ہیں۔ امام طحاوی اور ابویعلی موصلی صاحب المسند اسی پیرایہ میں حنفی تسلیم کئے گئے ہیں ان علما محققین کا اپنے اپنے امام سے بعض مسائل میں اختلاف کرنا بتلاتا ہے کہ یہ حضرات اپنے ائمہ کو شارع نہ سمجھتے تھے صرف مجتہد سمجھتے ہیں مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی فتاوی نذیریہ میں اسی نقطہ نظر سے فقہ حنفی کی طرف رجوع کرتے ہیں معلوم ہوتا ہے اس وقت ترک تقلید انکار حدیث کے درجہ میں نہ تھا۔ آپ حضرت امام ابوحنیفہ کو معیار الحق ص۲ پر ان لفظوں میں ذکر کرتے ہیں :۔

امامنا وسیدنا ابو حنیفۃ النعمان ۔ ہمارے امام اور ہمارے سردار

اس دور کے غیر مقلدین صرف مقلدین کے خلاف نہیں خود اپنے پیشروؤں کے بھی خلاف ہیں میاں نذیر حسین صاحب نواب صدیق حسن خاں مولانا عبدالجبار غزنوی مولانا محمد حسین بٹالوی مولانا حافظ عبدالمنان وزیرآبادی مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی اور حافظ عبداللہ روپڑی اس انداز کے غیر مقلد نہ تھے جو انداز فکر مولانا محمد اسماعیل (گوجرانوالہ) کے ہاں ملتا ہے۔

اہلحدیث صرف احناف کے مقابل نہیں

غیر مقلدین صرف حنفیوں کے خلاف نہیں جملہ مقلدین کے خلاف ہیں۔ وہ حنفی ہوں یا مالکی شافعی ہوں یا حنبلی ـــــ سب حضرات مقلدین اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ کسی عالم پر اعتماد کرتے ہوئے اس کی بات کو بایں طور تسلیم کر لینا کہ کتاب و سنت کے مطابق ہوگی اور اس سے دلیل طلب نہ کرنا جائز ہے اور اس اعتماد سے ہی امت کا شیرازہ اب تک ایک جگہ جمع رہا ہے۔

سو غیر مقلدین صرف امام طحاویؒ کے خلاف نہیں امام بیہقیؒ کے بھی خلاف ہیں کہ وہ امام

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ جلد ۱ ص۱۵۲

شافعیؒ کے مقلد کیوں رہے ـــــ صرف علامہ عینیؒ کے خلاف نہیں حافظ ابن حجرؒ کے بھی خلاف ہیں کہ وہ امام شافعیؒ کی کیوں تقلید کرتے رہے ـــــ وہ جس طرح محدث زیلعیؒ کو تقلید میں غلط کار سمجھتے ہیں حافظ ابن کثیرؒ شافعی کو بھی مقلد ہونے میں غلطی پہ سمجھتے ہیں۔

حافظ ابن تیمیہؒ علم کا بحر ذخار ہے مگر غیر مقلدین کے ہاں وہ امام احمد بن حنبلؒ کی تقلید کرتے میں خطاکار ہے۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ کی بھی یہ لوگ تردید کرتے ہیں ـــ کیوں؟ صرف اس لیے کہ وہ مقلد کیوں تھے۔ حضرت شیخؒ نے مذاہب اربعہ میں کسی ایک کی پیروی کو واجب قرار دیا ہے مترجم رسالہ مولانا اسماعیل غزنویؒ نے اس پر یہ اختلافی نوٹ دیا کہ ہمیں اس پر کتاب و سنت سے اس کی کوئی دلیل نہیں ملی۔ گویا مشائخ نجد قرآن و سنت کی رہنمائی کے بغیر ہی تقلید مجتہدین امت کے لیے واجب کر رہے ہیں اور جس علم کو یہ غیر مقلد پہنچے ہیں اس تک مشائخ نجد کی رسائی نہیں ہو سکی۔

اسے اس پہلو سے دیکھا جائے تو کہنا پڑے گا کہ یہ جدید فرقہ صرف حنفیوں کے مقابل نہیں نظر و فکر میں کل اہلسنت کے خلاف ہے گو وہ کسی اور امام کے مقلد ہی کیوں نہ ہوں ـــــ اہلحدیث اور اہلسنت دو مختلف نظریات کے علمی حلقے ہیں۔ ایک حدیث کو صرف اس وقت لائق عمل سمجھتا ہے کہ وہ سنت کے طور پر معروف ہو چکی ہو اور دوسرا حلقہ اسے ہر طرح سے حجت سمجھتا ہے گو وہ کسی دور اور کسی لمبے عرصے میں ناپید کیوں نہ رہی ہو۔

اس علمی اختلاف کو واضح کرنے کے لیے غیر مقلدین نے ترک تقلید پر جو کتابیں لکھی ہیں ان میں شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلوی کی معیار الحق۔ مولانا عبدالجلیل سامرودی کی العذاب المہین۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری کی اہلحدیث کا مذہب اور تقلید شخصی و سلفی۔ مولانا اسماعیل گوجرانوالہ کی تحریک آزادی فکر اور مولانا شاہ بدیع الدین آف پیر جھنڈا کی کتاب تقلید فرقہ اہلحدیث کے فکر و نظر کی ترجمان ہیں۔

ان کتابوں کے تقابلی مطالعہ سے جو ترک تقلید پر لکھی گئی ہیں یہ بات کھل جائے گی کہ اسلام میں مسئلہ نہ جاننے کی صورت میں علماء پر اعتماد کیا جا سکتا ہے اور ان سے دلیل پوچھنا قرآن و حدیث

کی روشنی میں ہرگز ضروری نہیں ہے دلیل مل جائے تو سر آنکھوں پر ــــ ورنہ اہل علم پر اعتماد کرنا یہ شرعاً کسی جہت سے ممنوع نہیں ہے اور علم ہوتے ہوئے بھی تقلید اعلم کی اجازت ہے۔

تحریک ترک تقلید اسلام کے پہلے اور وسطی دور میں اور کہیں نہ تھی: تاریخ اسلام پر پہلا ہزار سال گزرنے کے بعد یہ بات عوام میں لائی گئی اور ان میں بطور فرقہ یہ تحریک شروع ہوئی۔ اس تاریخی پس منظر میں اسے ایک جدید فرقہ یا پانچویں فقہ بھی کہہ سکتے ہیں۔

پہلے ادوار میں ترک تقلید صرف ایک علمی پسند تھی

یہ صحیح ہے کہ پہلے ادوار میں بھی کچھ ایسے عالم ہوئے جنہوں نے اپنے علمی مقام کو تقلید سے بالا جانا لیکن یہ بات بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ انہوں نے عوام میں کوئی غیر مقلدین پیدا نہ کیے تھے نہ اپنے ہاں اہلحدیث کے نام سے عوام کا کوئی اور فرقہ بنایا۔ عامۃ الناس برابر چار مذاہب کے پیرو رہے ہیں۔

ابن حزمؒ (۴۵۶ھ) نے ابطال تقلید پر تین رسالے لکھے۔ علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں وہ ان کی نظر سے گزرے ہیں۔ بایں ہمہ وہ علامہ سیوطیؒ کو امام شافعیؒ کی تقلید سے نہ نکال سکے۔ آپ نے اس موضوع پر ارشاد المهتدين في نصرة المجتهدين لکھی۔ حافظ ابن عبدالبرؒ کی کتاب العلم سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت امام شافعیؒ کے شاگرد امام مزنیؒ (جو امام طحاویؒ کے ماموں تھے) نے بھی اس پر ایک رسالہ لکھا تھا۔ ابن دقیق العید (۷۰۲ھ) نے کتاب التسديد في ذم التقليد لکھی۔ مکہ مکرمہ کے شیخ محمد بن عبدالعظیم نے جو حنفی المذہب تھے نے القول السديد في الاجتهاد والتقليد میں نے اس کے جملہ وجوہ کی تردید فرمائی ہے۔ مکتبہ ازہر میں نمبر ۱۹۲۲ کے تحت اس کا قلمی نسخہ دیکھا جا سکتا ہے ہم ان کتابوں کو پہلے ذکر کر آئے ہیں۔ عصر حاضر میں علامہ شنقیطی مالکی نے قمع اهل الزيغ والالحاد عن الطعن في تقليد ائمة الاجتهاد میں عامۃ الناس میں ترک تقلید کو تحریک بنانے کی سختی سے مخالفت کی ہے۔

ترک تقلید عدم جواز تقلید کی آواز کبھی نہیں رہی

جن اعلام نے تقلید کی ضرورت نہ سمجھی اور علمی مرتبہ کے احساس سے وہ تقلید میں نہ رہے۔ وہ ہرگز عدم جواز تقلید کے قائل نہ تھے۔ ان کے ہاں یہ صرف اولیٰ اور خلاف اولیٰ کی بحث تھی۔ علامہ ابوالخیر نورالحسن خاں کی کتاب کے نام پہ غور کیجئے۔ ہم کتاب کا ذکر پہلے کر آئے ہیں۔

الطریقۃ المثلیٰ فی الارشاد الیٰ ترک التقلید واتباع ما ھوالاولیٰ۔

شیخ شہاب الدین ابوالقاسم المعروف بابن ابی شامہ (۶۶۵ھ) کی کتاب المؤمل للرد الی الامر الاول بھی اسی موضوع پر ہے۔ امر اول علم و اجتہاد کی راہ ہے اور امر ثانی تقلید و اتباع کی۔

جس طرح ہندوستان کی انگریزی عملداری میں تحریک ترک تقلید کو فروغ حاصل ہوا۔ امریکی نظر و فکر کے عالمی غلبے اور یورپین قوموں کے عمل و دخل سے مسلمانوں میں مقام اجتہاد کو اب ضرورت سے زیادہ اہمیت دی جا رہی ہے۔ مسلمانوں کو آزاد فکری سے مذہب سے آزادی کی طرف بلایا جا رہا ہے ہمیں اس سے انکار نہیں کہ حوادثِ نو میں اجتہاد کی ضرورت ہے۔ لیکن یہ اجتہاد پہلے ائمہ مجتہدین کے اجتہاد کی روشنی میں عمل آنا چاہیئے۔ نئے پیش آمدہ مسائل تو بے شک نئے مسائل ہیں۔ لیکن اسلام کے اصولِ اجتہاد عہد صحابہؓ سے چلے آ رہے ہیں اور کتب اصول فقہ میں وہ حاشیہ در حاشیہ میں آ کر بہت محقق اور منقح ہو چکے ہیں۔ اب نئے اجتہاد پرانے اجتہادات کے سائے میں عمل میں لائے جائیں تو اس سے مذہب سے نکلنے کی تحریک آزادی کو راہ نہیں مل سکتی۔

فاضل بن عاشور کا مقالہ الاجتہاد ماضیہ وحاضرہ جو علماء اسلام کی مؤتمر اول منعقدہ ۱۹۶۴ء میں پڑھا گیا۔ اس میں دورِ اول کے اجتہاد کو اس کا مقام واقعی دیا گیا ہے۔

فجزاہ اللہ احسن الجزاء

ڈاکٹر سید محمد موسیٰ افغانی کا رسالہ الاجتہاد ومدی حاجتنا الیہ فی ھذا العصر میں بھی اجتہاد کے جدید نظریوں پہ مضبوط گرفت موجود ہے۔ تاہم ایک مربوط علمی زندگی کے لیے اس بات سے

چارہ نہیں کہ ہم پہلے ائمہ علم کی روشنی میں چلیں اور ہمارے بعد آنے والے اسلاف کے ذخائر علمیہ کے ساتھ ہمارے اس دور کے تراث علمی کے بھی وارث بنیں، واجعلنا للمتقین اماما کی قرآنی آواز یہی ہے۔

ممکن ہے ہمارے قارئین ان تمام کتابوں تک جن کی ہم نے نشاندہی کی ہے رسائی مشکل جانیں، سونا مناسب نہ ہوگا کہ اگر ہم اپنے موقف کو خلاصہ کے طور پر یہاں نہایت سلیس انداز میں ذکر کر دیں۔ یہ تحریر برصغیر پاک و ہند کے مایۂ ناز مفتی حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ محدث دہلویؒ (۱۳۷۲ھ) کی ہے۔ حضرت نے جس حسنِ اعتدال سے مسئلہ تقلید کو حل کیا ہے یہ اپنی مثال آپ ہے۔

کس نیت سے ائمہ مجتہدین کی پیروی ہو؟

اسے جواب ذیل میں ملاحظہ کیجئے۔ حضرت مفتی صاحبؒ لکھتے ہیں۔

واضح ہو کہ ہم لوگ حضرت سراج الامت امام الائمہ امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ کے پیرو اور مقلد ہیں۔ ہمارا اعتقاد ہے کہ حضرت امام اعظمؒ کتاب اللہ قرآن مجید اور احادیث نبویہ علی صاحبہا افضل السلام وازکی التحیۃ کے اعلیٰ درجے کے عالم اور علوم دینیہ کے اوّل درجے کے ماہر تھے۔ انہوں نے قرآن پاک اور احادیث سے جو احکام فقہیہ نکال کر فقہ کو مدون کیا ہے وہ صحیح معنوں میں قرآن پاک اور احادیث کا عطر ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ کے لازوال خزانوں سے فقہ فی الدین کا بیش قدر ذخیرہ انہیں عطا فرمایا تھا۔ اور تفقہ فی الدین میں ان کی رفعتِ شان نہ صرف احناف بلکہ علمائے مذاہب اربعہ کے نزدیک مسلّم ہے۔ اس لیے ان کے بتائے ہوئے اور نکالے ہوئے احکام پر عمل کرنا بعینہ قرآن و حدیث پر عمل کرنا ہے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ ہمارا یہ خیال و عقیدہ ہرگز نہیں کہ امام ابو حنیفہؒ کو منصب تشریع احکام حاصل ہے۔ یعنی احکام شرعیہ محض اپنے قیاس و رائے سے وہ بنا سکتے ہیں یا

بتلاتے تھے یا ان کے احکام بہرصورت واجب التعمیل ہیں. خواہ وہ قرآن وحدیث کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں. ہم انہیں معصوم نہیں سمجھتے. صحابہ کرامؓ کے برابر نہیں سمجھتے پھر نعوذ باللہ رسولؐ کے برابر سمجھنا تو کجا. وہ صرف ایک امتی تھے. بشر تھے لوازم بشریت، خطا و نسیان سے بھی مبرا و منزہ نہ تھے. مگر ہاں عالم تھے اور بہت بڑے عالم تھے. فقیہ تھے اور کامل فقیہ تھے. مجتہد تھے اور مسلم مجتہد تھے مبدأ فیاض نے زیور علم و تفقہ. تقوےٰ و پرہیزگاری سے آراستہ کرنے کے ساتھ ہی انہیں شرف تابعیت بھی عطا فرمایا تھا. اور خیر القرون میں ہونے کی بزرگی عطا فرمائی تھی. باوجود اس علم و اعتقاد کے وہ ایک انسان تھے. اور ان سے غلطی اور خطا ممکن. ہمارا یہ اعتقاد بھی ہے کہ ہر کس و ناکس کو یہ مرتبہ اور حق حاصل نہیں کہ ان کے اقوال میں سے کسی قول کو بے اصل یا بے دلیل بتائے یا ان کے کسی قول کو خلاف حدیث ہونے کا الزام لگا کر چھوڑ دے. ہمارے مبلغ علم ہی کیا ہیں کہ ہم احادیث کے ناسخ و منسوخ. مقدم و مؤخر، مأول و مفسر اور محکم کو معلوم کر سکیں اور حدیث کی چند کتابیں یا چند رسالے پڑھ کر ایک ایسے مسلم مجتہد کے اقوال کی تغلیط اور اس کے تخطیہ پہ آمادہ ہو جائیں.

بزرگان سلف میں سے جو لوگ کہ علم دینیہ میں کامل دستگاہ رکھتے تھے اور قدرت نے انہیں خزانۂ علوم سے پورا حصہ عطا فرمایا تھا. انہوں نے امام اعظمؒ کے اقوال اور مسائل کو نظر تدقیق و تحقیق سے دیکھا اور جانچا. مخالفین کے اعتراضات کی جانچ پڑتال کی اور امام صاحب کے اقوال کے ماخذ نکال کر دکھائے اور ان کے اقوال کو مدلل کر دکھایا. ہاں معدودے چند بعض مسائل ایسے بھی ملے کہ ان میں امام صاحب کے قول کے ماخذ پر انہیں بھی پوری اطلاع نہ ملی اور امام ابو یوسف یا امام محمد رحمہما اللہ کے اقوال کو انہوں نے اس مسئلے میں اپنے علم اور خیال کے موافق راجح

بتایا تو متاخرین حنفیہ نے بلا تردد ایسے مسائل میں امام صاحب کے قول کو چھوڑ کر ان علماء اعلام کے قول کے موافق امام ابو یوسف یا امام محمد رحمہما اللہ وغیرہما کے اقوال کو معمول بہا بنا لیا۔ فقہ حنفی میں بہت سے مواقع ایسے ہیں کہ ان میں امام صاحب کے قول پر فتوےٰ نہیں ہے۔ بلکہ صاحبین وغیرہما کے اقوال مفتی بہا ہیں اور یہ صاف اس امر کی دلیل ہے کہ ہم خدانخواستہ امام ابوحنیفہؒ کو بالذات واجب الاطاعت نہیں سمجھتے۔ بلکہ ان کا اتباع اور تقلید صرف اسی حیثیت سے کرتے ہیں کہ وہ ہم کو کتاب اللہ تعالیٰ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صراطِ مستقیم پر چلانے والے ہیں اور شاہراہِ سنّت پر ہمارے رہبر ہیں۔ اگر کسی موقع پر علمائے متبحرین کاملین کے ارشاد سے امام ابوحنیفہؒ کے اقوال کا ماخذ ہمیں معلوم نہیں ہوتا اور صاحبین وغیرہما کا قول بظاہر زیادہ اوفق بالکتاب والسنّۃ ہوتا ہے تو ہم وہاں امام صاحب کے قول پر اصرار نہیں کرتے۔ بلکہ صاحبین وغیرہما کے قول پر عمل کر لیتے ہیں کیونکہ مقصود اصلی اتباع خدا اور رسول ہے

مگر اس کے ساتھ یہ بھی واضح رہے کہ جو مسائل امام ابوحنیفہ امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ میں مختلف فیہا تھے اور اس میں امام صاحب کی قوتِ اجتہادیہ نے ایک طرح پر فیصلہ کیا اور امام شافعی کی قوتِ اجتہادیہ نے دوسری طرح فیصلہ کیا۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ امام شافعی نے جن احادیث کی بنا پر یہ حکم دیا ہے وہ حدیثیں امام صاحب کو پہنچیں۔ مگر پھر بھی امام صاحب نے ان کا وہ مطلب نہیں سمجھا اور نہ ان کے نزدیک وہ اس حکم کے اثبات کے لیے کافی ہوئیں جو حکم امام شافعیؒ نے ان کے بموجب دیا ہے تو ایسے مسائل میں ہمارے یعنی حنفیہ کے ذمے لازم ہے کہ اپنے امام پر اعتماد کریں اور اسی کی بات کو اوفق بالکتاب والسنّۃ سمجھیں اور اسی پر عمل کریں۔

حضرت حکیم الامت، مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ فرماتے ہیں:۔
ایک غیر مقلد عالم سے میری گفتگو ہوئی. میں نے کہا کہ اتباع کا مدار عام دلائل نہیں حسنِ ظن ہے. چنانچہ آپ کو ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ پر اعتماد ہے۔ حسنِ ظن ہے. یہ سمجھتے ہو کہ وہ جو کہتے ہیں قرآن و حدیث سے ہی کہتے ہیں قرآن و حدیث کا حوالہ اگر ساتھ نہ ہو اس لیے ان کے اقوال کے بعد دلائل کا بھی انتظار نہیں کرتے حالانکہ میں دکھلا سکتا ہوں کہ وہ دھڑا دھڑ فتوے لگاتے چلے جاتے ہیں. لکھتے چلے جاتے ہیں اور دور تک کہیں آیت و حدیث کا پتہ نہیں نہ کوئی دلیل ہے. اپنے دعوے کے اثبات میں اور اس سے بڑھ کر تماشا یہ ہے کہ بعض جگہ خصم کے دلائل نقل کرتے ہیں اور بدوں ان دلائل کے جواب دیئے ہوئے اس میں اختلاف کرتے ہیں. خود اپنے دعوے کی دلیل بیان نہیں کرتے. سو اس طرح ہم کو امام ابوحنیفہؒ پر اعتماد اور حسنِ ظن ہے. ہم بھی یہی سمجھتے ہیں کہ وہ جو کہتے ہیں قرآن و حدیث سے کہتے ہیں. اس لیے دلائل تفصیلیہ کا انتظار نہیں کرتے. اب بتلایئے اس میں اور اس میں کیا فرق ہے کہنے لگے کہ بالکل صحیح ہے[1]

حضرت حکیم الامت تھانویؒ اور حضرت مفتی صاحبؒ کے اس بیان میں جو اعتدال فکر پایا جاتا ہے اور غیر مقلدین کے نزاعی مسائل میں جو گہرائی اور تحقیق حنفیہ کے دلائل میں ملتی ہے اس کا تقاضا ہے کہ حنفی طلبہ ان مسائل میں اچھی ممارست پیدا کریں. ان مسائل کو نظر انداز کرنے کی پالیسی ترک کریں. اور جہاں کہیں غیر مقلد اور طلبہ حدیث کے ظاہر الفاظ سے ان پر معترض ہوں حضرات ان احادیث کے تحقیقی بیان سے ان کا ناطقہ بند کردیں.

جو مسائل ائمہ اربعہ میں اختلافی ہیں انہیں مقام دعوت پر نہ لایا جاتے. یہ ممنتف طریق عمل

---

[1] الافاضات الیومیہ جلد ۷، ص ۵۳

ہیں لڑنے کے میدان نہیں ہیں صحابہ کرامؓ میں بھی مختلف طریق عمل تھے اور وہ کبھی ایک دوسرے پر نکیر نہ کرتے تھے. ان فروعی مسائل کو مقام دعوت میں لانا جیسا کہ عام غیر مقلد کرتے ہیں صحابہ کا طریق نہ تھا. فروعی مسائل پر جماعت بندی کرنا بدعت ہے اور ہر وہ بات جو صحابہ کرامؓ سے ثابت نہ ہو بدعت ہے.

لیکن اس کا یہ مطلب بھی ہرگز نہیں کہ اگر غیر مقلدین ان مسائل کو چھیڑیں تو ان سے ان پر مناظرہ نہ کیا جائے. تاریخ بتاتی ہے کہ غیر مقلدین ان مسائل میں ابتداء تو اس طرح کرتے ہیں گویا جانب مخالف میں کوئی دوسری روایت یا حدیث سرے سے موجود نہیں اور جب علماء احناف وہ دوسری روایات سامنے لے آتے ہیں تو پھر انہیں بھاگنے میں کوئی دیر نہیں لگتی. مقلدین اور غیر مقلدین میں جب کبھی مناظرے ہوئے شکست ہمیشہ انہی کا مقدر بنی ہے. مولانا محمد اسماعیل صاحب (گوجرانوالہ) نے کسیلے دل سے اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے. آپ علماء دیوبند کی علمی خدمات کے بارے میں لکھتے ہیں:-

> ان کی علمی خدمات نے اتنا ہی اونچا کیا ہے جتنا مناظرات نے ہم کو نیچا دکھایا ہے اور ہم کو قلاش کر دیا. [۱]

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

مولانا اسماعیل کا اشارہ اہلحدیث کی کن شکستوں کی طرف ہے اس کی تصریح حکیم محمود احمد برکاتی اس طرح کرتے ہیں:-

> ۱۹۱۴ء میں (مولانا معین الدین اجمیری) ایک اہلحدیث عالم مولوی عبدالحکیم نصیر آبادی سے مناظرے کے لیے مال پورہ ریاست جے پور مدعو کیے گئے. مگر مولوی عبدالحکیم مولانا کی آمد کی اطلاع سن کر مال پورہ سے چل دیئے. اس لیے مناظرہ نہ ہو سکا. انہی مولوی عبدالحکیم کی سرگرمیوں کی وجہ سے کیکڑی ضلع (اجمیر) میں ایک مقدمہ عرصے سے چل رہا تھا. آخر میں احناف کی طرف سے مولانا معین الدین اجمیری اور مانعین تقلید

---

[۱] نتائج التقلید ص ق

کی طرف سے مولانا ثناء اللہ امرتسری شہادت کے لیے بلائے گئے مولانا معین الدین کی تقریر نے سب جج کو متاثر کیا اور اس نے مولانا امرتسری کے دلائل کا رد کرتے ہوئے احناف کے حق میں فیصلہ دیا۔[1]

پھر گوجرانوالہ کا وہ معرکۃ الآراء مناظرہ مولانا اسماعیل کو یاد ہوگا جو تحریری طور پر محدث شہیر حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب اور مولانا ثناء اللہ امرتسری کے مابین اس موضوع پر ہوا کہ حدیث نبوی واذا قرأ فانصتوا (جب امام پڑھے تو تم چپ رہو) صحیح مسلم میں ہے یا نہیں اور فریقین نے بالاتفاق حضرت مولانا علامہ سید سلیمان ندوی کو ثالث ٹھہرایا۔ موصوف نے بڑی جرح و قدح کے بعد فیصلہ مولانا ثناء اللہ امرتسری کے خلاف دیا۔ یہ فیصلہ مطبوعہ موجود ہے اور اس میں مولانا ثناء اللہ صاحب کی درماندگی اور کمزوری اچھی طرح نمایاں ہے۔

اہلحدیث کی یہ وہ پے در پے شکستیں ہیں جنہوں نے مولانا اسماعیل کو بہت بے دل کر دیا تھا۔ موصوف کا اپنے بیان میں اشارہ جماعت اہلحدیث کی انہی شکستوں کی طرف ہے۔

غیر مقلدین کے اختلاف کے باعث نئے ابھرے مسائل

مذاہب اربعہ کے آپس کے اختلافات تو اپنی جگہ ہیں۔ غیر مقلدین کے اختلاف کے باعث جو مسائل برصغیر پاک و ہند میں نئے سرے سے ابھرے ہیں ان میں یہ پانچ مسئلے زیادہ اہم ہیں اور یہ نئے اختلاف ہیں جو پہلے ائمہ اربعہ میں نہ تھے:۔

(۱) ——— مسئلہ تقلید؟

(۲) ——— ایک مجلس میں دی گئی طلاق ثلثہ ایک شمار ہو گی یا تین؟

(۳) ——— تراویح کی جماعت مسجد میں کیا کبھی بیس رکعت سے کم بھی پڑھی گئی ہے؟

(۴) ——— فروعی اختلافات کو حق و باطل کا اختلاف کہنا جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] مولانا حکیم سید برکات احمد ص ۲۲۳ مؤلفہ حکیم محمود احمد برکاتی طبع برکات اکیڈمی کراچی ۱۹۹۳ء

⑤ — جو مسائل قرآن وحدیث میں منصوص نہیں ان میں انسان بالکل آزاد و مختار ہے یا اس پر سبیل مومنین کی پابندی لازم ہے؟

غیر مقلّدین کے زیرِ نزاع مسائل

① فاتحہ خلف الامام
② رفع الیدین عند الرکوع
③ وضع الیدین تحت السرہ
④ الاخفاء بالتامین
⑤ اقامت کے بعد فجر کی سنّتیں
⑦ گاؤں میں جمعہ کی فرضیت

حضرت مولانا محمد حسن صاحب محدث فیض پوری (نزد شرقپور) کی یہ کتابیں ان موضوعات پر مفید کتابیں ہیں:-

① الدلیل المبین علیٰ ترک القرأۃ للمقتدین
② تنویر الحاسہ فی مناقب الائمہ الثلٰثہ
③ تنویر العینین فی مسئلہ رفع الیدین
④ ستہ ضروریہ

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کی تالیفات

① ہدایۃ المعتدی فی ترک القرأۃ للمقتدی
② الرای النجیح فی مسئلۃ التراویح
③ اوثق العریٰ فی عدم جواز الجمعہ فی القریٰ

حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ کی تالیفات

① امام الکلام
② الآثار المرفوعہ
③ غیث الغمام
④ الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل

حضرت مولانا مفتی محمد عابد سندھیؒ (ھ) کی کشف الرین فی ترک رفع یدین

پھر شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کی تالیفات

① ایضاح الادلہ
② احسن القریٰ فی شرح اوثق العریٰ

ان کے بعد عمدة المحدثین حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ کی گراں قدر کتابیں

(۱) فصل الخطاب فی مسئلہ ام الکتاب (عربی)

(۲) خاتمۃ الکتاب فی مسئلۃ فاتحۃ الکتاب (فارسی)

(۳) نیل الفرقدین فی مسئلہ رفع الیدین مع بسط الیدین

(۴) کشف الستر عن صلوٰۃ الوتر

مسئلہ فاتحہ خلف الامام میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی کتاب توثیق الکلام حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی ہدایۃ المعتدی۔ حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ کی امام الکلام اور غیث الغمام مولانا محمد حسن فیض پوری کی الدلیل المبین۔ حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب شیخ الحدیث مدرسہ تعلیم القرآن راولپنڈی کی تدقیق الکلام (دو جلد) شیخ الحدیث مولانا سرفراز خاں صاحب صفدر کی احسن الکلام (دو جلد) مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سابق شیخ الحدیث سراج العلوم سرگودھا کی نامۃ الخصام فی مسئلہ خلف الامام اور ایقاظ النیام فی مسئلہ القرأۃ خلف الامام اور راقم الحروف کی مصباح الظلام اس موضوع کی اہم کتابیں ہیں۔

مسئلہ رفع الیدین پر مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی کی کتاب جلاء العینین فی مسئلہ رفع الیدین شیخ الحدیث مولانا حبیب اللہ ڈیروی کی نور الصباح فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح اور وتر کے باب میں نفحۃ العطر فی ابحاث الوتر اپنے موضوع میں لاجواب کتابیں ہیں۔

طلاق ثلثہ کے موضوع پر مولانا فقیر محمد جہلمیؒ کی لاجواب کتاب سے کون واقف نہیں۔ محدث دیوبند مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی کی کتاب الاعلام المرفوعہ اور الازہار المربوعہ۔ شیخ الحدیث مولانا سرفراز خاں صفدر کی عمدۃ الاثاث فی حکم الطلقات الثلث۔ حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب کی آئینہ طلاق ثلثہ۔

الاخفاء بالتامین کے موضوع پر شیخ الحدیث مولانا حبیب اللہ ڈیروی کی کتاب اظہار التحسین فی اخفاء التامین اپنے وقت کی لاجواب کتاب ہے۔

تراویح کے موضوع پر حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی کی رکعات تراویح حضرت مولانا
حضرت مولانا خیر محمد صاحب کی خیر المصابیح . مولانا محمد شریف کوٹلوی کی کتاب التراویح مفتی رشید احمد
صاحب لدھیانوی کی لمعات المصابیح فی رکعات التراویح . مولانا محمد یوسف لدھیانوی کی مسئلہ تراویح .
اہم کتابیں ہیں ان کتابوں کے تنقیدی مطالعہ اور حوالجات کی اصل کتابوں سے مراجعت کے بعد انسان اس
مسئلہ پر پہنچتا ہے کہ عمل بالحدیث کی جو گہرائی فقہ حنفی میں ملتی ہے وہ اور کہیں نہیں ملتی اور شیرازۂ
امت کو یکجا رکھنے کے لیے تقلید ائمہ سے بہتر اور کوئی راہ عمل نہیں ،

سلطان عالمگیر اورنگ زیب کے عہد کے مرتب فقہی ذخیرہ فتاوے عالمگیری پر ہم سب
جمع ہو جائیں تو اس سے بہتر نظام اسلامی کے نفاذ کی اور کوئی راہ نہ ملے گی جس طرح سعودی عرب میں
احکام کا نفاذ حنبلی فقہ سے ہے . برصغیر پاک و ہند میں احکام اسلام کا نفاذ فقہ حنفی سے ہونا چاہیئے
اور جو لوگ اس فقہ سے متفق نہ ہوں انہیں پرسنل لاء کے تحت اپنی اپنی فقہ پر عمل پیرا ہونے کا
موقعہ دیا جائے . حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے کیا اچھا فرمایا ہے :-

> فقہاء ہی کی اس قدر نظر ہے احکام پر بھی علل احکام پر بھی . سچ تو یہ ہے کہ ان
> حضرات کو الہام ہوتا تھا جس سے ایسی دین کی خدمت کی ہے . حق تعالیٰ ان کو
> جزائے خیر عطا فرمائیں . اگر فقہاء کی ذات دنیا میں نہ ہوتی تو عالم میں ایک اندھیر
> ہوتا . دین کے ہر مسئلہ کو روشن اور واضح کر دیا . اگر فہم سلیم اور عقل کامل ہو تو کوئی
> دقیقہ باقی نہیں رہتا . [1]

محدثین نے ہمیشہ فقہاء کی برتری تسلیم کی ہے اور یہی اہل علم کا وہ طبقہ ہے جن کے اعتماد پر
عامی کو بلا جھجک عمل کرنے کی اجازت ہے . اور انہی کے مختلف مدارج ہیں جن میں عالم اپنا اجتہاد
ترک کر کے اعلم کی پیروی کر سکتا ہے . اجتہادی امور میں اپنے اجتہاد کی پیروی ضروری نہیں صحابہؓ
ایسے مواقع پر تقلید اعلم سے بھی کام لے لیتے تھے . ولکنی بھم قدوۃ وقیادۃ .

---

[1] الافاضات جلد ۷ ص ۱۸۴

سلف فروعی مسائل پر جماعت بندی نہ کرتے تھے

ائمہ اربعہ کے اختلاف کو امت نے بشرح صدر قبول کیا اور ان کے پیرو اپنے فروعی اختلافات کو مقامِ دعوت پر نہیں لائے۔ بارہویں صدی ہجری تک ایک واقعہ نہیں ملتا کہ کسی حنفی یا شافعی عالم نے کسی اختلافی مسئلے پر کھلے بندوں تقریریں کی ہوں اور ان مسائل کے اختلاف کو حق و باطل کا فاصلہ ٹھہرایا ہو۔ جو اختلافات صحابہؓ کے دور سے چلے آرہے ہوں ان میں حق و باطل کا فاصلہ کیسے قائم ہو سکتا ہے؟

برصغیر پاک و ہند میں یہ غیر مقلدوں کی آمد تھی جس نے اُن کی فروعی مسائل پر جماعت بندی کر ڈالی۔ ہندوستان میں اہل السنۃ والجماعۃ میں یہ پہلا شگاف تھا۔ مذکورہ بالا کتابیں صرف اس فتنہ کی روک تھام کے لیے لکھی گئیں۔ ورنہ سلف ان فروعی مسائل پر کبھی مقام دعوت نہ لاتے تھے اور نہ فروعی اختلافات پر ان میں کوئی جماعت بندی تھی۔

فروعی مسائل پر جماعت بندی اس نوزائیدہ فرقے سے شروع ہوئی اور اہل حدیث (باصطلاح جدید) وجود میں آئے۔ ہمارے نزدیک ان کے شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحب دہلوی ہیں۔ مگر پروفیسر غلام احمد حریری حیات ابی حنیفہ لابی زہرہ کے ترجمہ میں ایک ذیلی نوٹ میں لکھتے ہیں کہ ان کا آغاز مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ سے ہوا:۔

> مولانا اسمٰعیل شہید نے توحید خالص اور فقہیات کی حد تک مسلک اہلحدیث کی مستقل داغ بیل ڈالی چنانچہ جب سے اب تک جماعتِ اہلحدیث ترقی پذیر ہے۔[1]

حافظ غلام احمد حریری اس نوزائیدہ فرقے کا آغاز مولانا شاہ اسمٰعیل شہید سے کرتے ہیں۔ حافظ صاحب کے اس گمان کی وجہ مولانا اسمٰعیل شہید کا رفع الیدین عند الرکوع پر ایک رسالہ ہے اور اس سے آپ کا غیر مقلد ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اگر کوئی بلند پایہ عالم کسی مسئلے میں اپنے امام کے قول کو

---

[1] حیاتِ ابی حنیفہ لابی زہرہ ص۲۱

چھوڑ دے اور قوتِ دلائل کی بنا پر کوئی اور عمل اختیار کرے تو اسے ترکِ تقلید نہیں کہا جاتا۔ اسے تفرد کہتے ہیں حنفیوں میں اس کی ایک اور مثال ملتی ہے۔ عصام بن یوسف کس پائے کے حنفی فقیہ تھے یہ اہلِ علم سے چھپی بات نہیں۔ مولانا عبدالحی لکھنوی الفوائد البہیہ فی طبقات الحنفیہ میں کہتے ہیں :۔

وكان يرفع يديه عند الركوع وعند رفع الرأس منه واخوه ابراهيم كان لا يرفع .... ويعلم ايضاً ان الحنفي لو ترك في مسألة مذهب امامه لقوة دليل خلافه لا يخرج به عن ربقة التقليد بل هو عين التقليد في صورة ترك التقليد الا ترى ان عصام بن يوسف ترك مذهب ابي حنيفة في عدم الرفع ومع ذلك هو معدود في الحنفية [1]

ترجمہ: آپ رکوع کرتے اور رکوع سے اُٹھتے رفع یدین کرتے تھے اور آپ کے بھائی ابراہیم یہ رفع یدین نہ کرتے تھے معلوم رہے کہ حنفی اگر کسی مسئلہ میں اپنے امام کا مذہب قوی دلیل پانے کے باعث ترک کر دے تو وہ تقلید سے نہیں نکلتا۔ یہ خود تقلید ہے گو بظاہر یہ ترکِ تقلید ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ عصام بن یوسف (۲۱۰ھ) نے عدم رفع میں امام ابوحنیفہؒ کی بات ترک کی اور اس کے باوجود ان کا فقہائے حنفیہ میں شمار رہا۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ جس عالم کے نزدیک اگر کوئی بات صحیح حدیث سے ثابت ہو جائے اور ذخیرہ احادیث میں اس کا کوئی تعارض نہ ہو اور وہ عالم قوتِ دلائل کے احساس سے اپنے امام کی بات چھوڑ دے تو وہ تقلید سے نہیں نکلتا۔ ترکِ تقلید میں اور کسی مسئلے میں تفرد اختیار کرنے میں بہت فرق ہے۔ حافظ غلام احمد حریری اس بات کو نہیں سمجھ سکے۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین ڈائریکٹر سنٹرل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک ریسرچ لکھتے ہیں :۔

شاہ اسماعیل شہید نے نماز کے بعض ارکان شافعی فقہ کے مطابق اختیار کر لیے

---

[1] الفوائد البہیہ فی طبقات الحنفیہ ص

مثلاً رفع الیدین — شاہ اسماعیل اپنے آپ کو اس شرط کے ساتھ حنفی کہتے تھے کہ
جو نتائج ذاتی تحقیقات سے اخذ کئے جائیں وہ مستثنیٰ ہوں گے۔ یہ تجاوز ترکِ تقلید
سے اتنا قریب تھا کہ ایک عام آدمی اس اختلاف کو نہیں سمجھ سکتا تھا۔ درحقیقت
اسی اختلاف کو ذرا آگے بڑھایا تو غیر مقلدوں یا اہلحدیث کا ایک فرقہ پیدا ہو گیا
سید احمد ان معاملات میں معتدل تھے اور انہوں نے شاہ اسماعیل کو کامیابی
کے ساتھ اس پر آمادہ کیا کہ وہ مروجہ معمولات سے مطابقت قائم رکھیں۔[1]

اس سے دو باتوں کا پتہ چلا ایک تو یہ کہ مولانا اسماعیل شہید ترک رفعیدین کے موقف پر پھر لوٹ آئے تھے اور اب ان کا عمل عام حنفیوں جیسا تھا۔ دوسرے یہ کہ ہندوستان میں ان دنوں ایک نیا فرقہ پیدا ہو اجو اپنے آپ کو اہلحدیث کہتا تھا اور لوگ انہیں غیر مقلد کہتے تھے۔

غیر مقلدین کی تاریخ کی دوسری منزل

ابتداء میں بے شک یہی صورت تھی لیکن پھر یہ لوگ بالکل لامذہب بن گئے۔ راساً تقلید کے منکر ہوئے اور جس مسئلہ پر (تقلید پر) صدیوں سے اجماع چلا آرہا تھا اس کا انکار کردیا۔ مولانا کرامت اللہ جونپوری ایک مقام پر انہیں لامذہب کے نام سے ذکر کرتے ہیں:-

لامذہب لوگوں کے عالم انبیاء کے وارث نہیں، کیونکہ علم احکام کا جو فقہ ہے۔
سو اس سے ان لوگوں کو انکار ہے اور علانیہ کھلم کھلا لوگوں کو فقہ پر عمل کرنے
سے منع کرتے ہیں اور ہر جاہل کو حدیث پر عمل کرنے کا حکم دیتے ہیں اور اسی کو عمل
بالحدیث کہتے ہیں اور جس مقام میں فقہ کے انکار کا موقع نہیں پاتے وہاں جب
کوئی پوچھتا ہے کہ تم فقہ پر عمل کرتے ہو تب کہتے ہیں کہ ہم فقہ پر کس واسطے عمل
نہ کریں گے جو فقہ قرآن و حدیث کے موافق ہے اس کو ہم مانتے ہیں اور یہ ان

---

[1] علماء میدان سیاست میں ص ۱۷۹

کا بڑا اکید (دکر) ہے کیونکہ قرآن وحدیث کے موافق غیر موافق ہونا مجتہد کے سوا کون معلوم کر سکتا ہے تو یہ ایسا کید ہے کہ ان کو تاجدار قیامت تک مقلد کا منکر رہے گا[1]

اس تفصیل سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ محدثین علمائے حنفیہ مقلدین حنفیہ کے منصب پر نہیں رہے۔ انبیاء کی وراثت بطریق سنت حسنی ہے اور جو لوگ تخفیف کی تقلید کو سنت قائمہ سے نہیں پہنچتے وہ اپنا عمل براہ راست حدیث سے لیتے ہیں۔ اہل سنت اور محدثین میں یہی جوہری فرق ہے مولانا جونپوری ایک واسطہ سے حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی کے شاگرد ہیں اور ان کا یہ بیان اس دور کے بہت قریب کا ہے جب یہ فرقہ اہلحدیث باقاعدہ جنم بھی نہ ہو رہا تھا۔ آپ آگے جاکر لکھتے ہیں:-

> ساتویں طبقے کے فقہاء اور علماء کو سوائے ان لوگوں ائمہ مجتہدین کی تقلید کے چارہ نہیں اور اس مسئلے میں ان لوگوں کو از سر نو بحث اور تعریف کرنا گفتگو کرنا محض لغو اور بے فائدہ اور واجب کا ترک کرنا اور حرام میں گرفتار ہونا ہے ـــــ اور عوام کا تو کیا ذکر ہے خصوصاً اس ملک کے عوام کا اس ملک کے عوام تو صبح صادق کو نہیں پہچانتے جس کے پہچاننے پر روزے کا مدار ہے تو یہ لوگ دینی مسائل کیا پہچانیں گے[2]

اقبال نے آج سے اسی سال پہلے ترک تقلید کو واجب کا ترک کرنا اور اسے حرام بتلایا آج ہمارے عوام میں بے دینی اور دین سے بے پرواہی اس سے بھی بڑھ گئے ہے سو ان حالات کا تقاضا ہے کہ ہم آزادی کے نام سے آنے والی ترک تقلید کی اس صدا کو امت مسلمہ کے لیے اور بھی زیادہ خطرناک سمجھیں۔ ملت کا شیرازہ اپنے بزرگوں سے وابستگی میں بندھا ہے خود آزادی سے تو یہ تو انتشار ہی انتشار ہے۔

---

[1] حجت قاطعہ ص۹۷ [2] ایضاً ص۱۰۳

راہ آباد رو کہ ایں جمعیت است
معنی تقلید ضبط ملت است

ترجمہ۔ اپنے پیشروؤں (ائمہ دین) کے طریقے پر چلو۔ یہ پوری قوم کو ایک شیرازہ میں رکھنا ہے۔ تقلید کا مطلب پوری ملت اسلامی کو ایک قوم بنا کر رکھنا ہے۔

اس سے بھی اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ ہندوستان میں کوئی فقہی مسلک یا فرقہ اہلحدیث کے نام سے پہلے سے نہ تھا۔ انگریزی دور میں یہ فرقہ پیدا ہوا اور اس میں لوگ حنفیوں سے ہی گئے پہلے سے اہلحدیث (باصطلاح جدید) برصغیر پاک و ہند میں کہیں نہ تھے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف اہلحدیث کو ایک نیا فرقہ ہی قرار دیتے ہیں:۔

ایک افسوسناک بات یہ ہے کہ ملت اسلامیہ میں جو تفرقے پہلے ہی سے تعداد کثیر میں پڑے ہوئے تھے اس میں ایک فرقے کا اضافہ ہو گیا[1]

سو اس میں کوئی شک نہیں کہ ترکِ تقلید سے جو تحریک ہندوستان میں چلی یہ ایک نئی تحریک تھی اور یہ ایک نئے فرقے کی پیدائش تھی۔ مولانا اسماعیل شہید کا ان سے کوئی رشتہ نہیں مولانا اسماعیل شہید کے ہمعصر ایک اور عالم ہیں۔ وہ اس نئے فرقے کے شیخ الکل مانے جاتے ہیں۔ انہوں نے اس نئے فرقے کی داغ بیل ڈالی۔ مگر خود کو وہ بھی (ان شرطوں کے ساتھ جو ہم لکھ آئے ہیں) حنفی ہی کہتے رہے وہ مولانا نذیر حسین دہلوی تھے۔ ان کے بعد مولانا محمد حسین بٹالوی نے اس نئے پودے کی آبیاری کی اور انگریزوں سے اپنے لیے اہلحدیث کا نام منظور کرایا — تاہم وہ بھی اپنی عمر کے آخری حصہ میں اپنے آپ کو حنفی اہلحدیث لکھنے لگے تھے۔ آپ نے اپنے دوست مرزا غلام احمد قادیانی کے انجام کے انجام کو دیکھتے ہوئے اپنی جماعت کو ترکِ تقلید کے خطرناک انجام کا الارم دے دیا تھا۔ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی بھی امام ابوحنیفہؒ کا بڑا احترام کرتے تھے اور حنفی فقہ کی کتاب ہدایہ کی بہت تعریف کرتے تھے مولانا محمد داؤد غزنوی کی حضرت رائے پوری سے بیعت بھی اسی لیے تھی کہ یہ حضرات فقہ حنفی سے کلیۃً دور نہ

---

[1] علما میدان سیاست میں ص۲۱۲

رہنا چاہتے تھے. مولانا داؤد غزنوی فرمایا کرتے تھے کہ اہلحدیث کو امام ابو حنیفہ کی بددعا لے کر بیٹھ گئی ہے جس کو دیکھو امام صاحب کی شان میں بے ادبی کر رہا ہے.

ان اکابر کی اس پالیسی کا یہ نتیجہ نکلا کہ اہلسنت اور اہلحدیث میں اختلاف کی جو شدت پہلے تھی وہ کم ہوگئی. ڈاکٹر اشتیاق حسین صاحب لکھتے ہیں :-

ملت اسلامیہ میں جو تفرقے پہلے ہی سے تعداد کثیر میں پڑے ہوئے تھے ان میں ایک فرقے کا اضافہ اور ہوگیا. ابتدائی ایام میں تصادم بھی ہوئے اور مقدمہ بازی کی نوبت بھی آگئی جس سے اہلحدیث اور دوسرے مسلمانوں کے درمیان تعلقات خراب ہوگئے. مگر اب خوش قسمتی سے نارواداری بہت کم ہوگئی ہے.[۱]

مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی نے ائمہ مجتہدین کے اختلاف کو صحابہؓ کے اختلاف کا ہی درجہ دیا ہے :-

صحابہؓ اور تابعین کے اختلاف میں الحاد بے دینی کج روی بداعتقادی اتباع ہوی اور بدمذہبی نہیں ہے اور اگر حدیث اختلاف امتی رحمۃ کا اعتبار کیا جائے تو اس کی بس یہی صورت ہے جو صحابہ و تابعین میں تھی اور ائمہ مجتہدین کا اختلاف بھی اسی پر مبنی ہے.[۲]

ہم سمجھتے ہیں کہ اب بھی اگر یہ لوگ تقلید کو حرام نہ کہیں اور احناف کے طریق نماز کو اس طرح برداشت کریں جس طرح صحابہؓ ایک دوسرے کے اختلاف عمل کو برداشت کرتے تھے اور ان مختلف پیرایہ عمل کو دائرہ شریعت کے اندر سمجھیں تو اب بھی یہ لوگ اہل سنت سے کچھ فاصلے پر نہیں رہتے. اور ملی یکجہتی میں ان کے لیے جگہ بن جاتی ہے.

سہ نہیں ہے نا امید اقبال اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی حضرت امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں لکھتے ہیں :-

---

[۱] علماء میدان سیاست میں ص۲۱۴ [۲] تاریخ اہل حدیث ص۲۷

اُن کا مجتہد ہونا اور متبع سنت ہونا اور متقی اور پرہیزگار ہونا کافی ہے اُن کے فضائل میں۔[1]

اب آپ ہی سوچیں جب شیخ الکل نے آپ کو مجتہد مان لیا اور مجتہد وہ ہوتا ہے جس کی کم از کم تین لاکھ حدیث پر نظر ہو تو کیا اب بھی آپ کے علم حدیث میں کسی کو کوئی شک ہو سکتا ہے آپ کا مجتہد ہونا پوری امت میں مجمع علیہ ہے۔ سو اس میں کسی صاحب علم کو کسی تردد کا حق نہیں۔

میاں صاحب خود بھی ان مسائل میں جن میں انہیں کھلے طور پر حدیث نہ ملے فقہ حنفی پر فتویٰ دیتے تھے اور انہیں حضرت امام سے ہرگز کوئی بغض نہ تھا آجکل کے اہلحدیث (باصطلاح جدید) حضرات میں اور ان کے دورِ اوّل کے اکابر میں زمین و آسمان کا فرق پایا جاتا ہے۔

نامناسب نہ ہو گا اگر ہم حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کے پیر بھائی حضرت مولانا کرامت اللہ جونپوری (۱۲۶۹ھ) کی ایک اور شہادت پیش کر دیں کہ غیر مقلدین کا فرقہ ایک نوزائیدہ فرقہ ہے جو پہلے سے نہ تھا۔

یہ لوگ مذاہب اربعہ میں سے کسی مذہب پر نہیں ہوتے اس لیے انہیں لامذہب کہا جاتا ہے۔ ان کی پہچان یہ ہے کہ یہ تقلید اور بیعت کرنا دونوں کو ناجائز کہتے ہیں مولانا کرامت اللہ صاحب حضرت مولانا احمد اللہ الصدیقی کے واسطہ سے حضرت شاہ محمد اسحٰق محدث دہلویؒ کے شاگرد تھے اور مجدد مائۃ سیزدہم حضرت سید احمد شہیدؒ کے خلیفہ ـــــ آپ اپنی کتاب مکاشفات رحمت میں اس نوزائیدہ فرقہ کے بارے میں لکھتے ہیں:-

لامذہبوں میں سے ایک گروہ سید صاحب کو بد کہتے ہیں اور تقلید کرنے اور مرید ہونے کو نادرست کہتے ہیں اور ایک گروہ فریب کی راہ سے لوگوں کو دھوکہ دینے کے واسطے اپنے تئیں سید صاحب کے گروہ میں داخل کرتے ہیں۔ حالانکہ سید صاحب نے ایسے لوگوں کو اپنے قافلے سے نکلوا دیا اور

---

[1] معیار الحق ص۵

سید صاحب کے گروہ کی کتاب تقویۃ الایمان اور نظام الاسلام اور مائۃ مسائل وغیرہ میں ان لامذہبوں کا رد بخوبی موجود ہے۔ سو یہ (غیر مقلدین کے) دونوں قسم کے مفسد لامذہب لوگ باوجودیکہ اتباع سنت کا دعوے کرتے ہیں مگر جب بسبب جہالت کے بہت سی سنتوں کو بلکہ واجبوں کو بدعت کہنے لگے تب حضرت مجدد کے گروہ والوں نے ان کو اپنے گروہ سے صاف نکال دیا۔[1]

غیر مقلدین چونکہ ایک نیا نیا فرقہ تھا اس لیے ابھی یہ ایک نام پہ جمے نہ تھے یہ محمدی بھی کہلاتے تھے وہابی بھی اور غیر مقلدین بھی اور اہلحدیث بھی —— لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ ایک نوزائیدہ فرقہ ہے جو انگریزی عملداری میں وجود میں آیا مولانا کرامت اللہ جونپوری پہلے لکھ آئے ہیں :-

حق یہ ہے کہ وہابی لوگوں کا مذہب قدیم میں نہ تھا اور نہ ان کی کوئی کتاب نظر پڑی جو اُن کے مذہب کا حال معلوم ہوتا مگر افواہاً لوگوں کی زبانی جو اُن کا حال سُنا تو معلوم ہوا کہ وہ لوگ شرک سے خوب پاک ہیں مگر اس قدر ضدی ہیں کہ اپنے سوا دوسرے کو مسلمان سمجھتے ہی نہیں سب کو مشرک کہتے ہیں۔[2]

اہلحدیث حضرات کا یہ کہنا کہ ہمارا فرقہ مولانا اسماعیل شہیدؒ سے چلا ہے صحیح نہیں ہے غیر مقلدین کا یہ استدلال کہ مولانا شہیدؒ نے مسئلہ رفع الیدین پہ کتاب تنویر العینین لکھی تھی بھی صحیح نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو کم از کم میاں نذیر حسین محدث دہلوی تو شروع سے رفع یدین عند الرکوع کرتے ہوتے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ آپ نے رکوع کے وقت رفع یدین کرنا سرسید احمد خاں کے کہنے پر شروع کیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت تک ہندوستان میں ایک شخص بھی رکوع کے وقت رفع یدین کرنے والا نہ تھا۔

حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ نے تنویر العینین اس لیے لکھی تھی کہ لوگ رفع یدین کو بُرا نہ

---

[1] مکاشفات رحمت صفحہ ۱۸ [2] ایضاً صفحہ ۱۷

سمجھیں. یہ بھی ایک سنت ہے. اس لیے نہیں کہ مولانا شہیدؒ رفع یدین نہ کرنے کو سنت نہیں سمجھتے تھے. نہ یہ کہ وہ رفع الیدین عند الرکوع کو سنت دائمہ سمجھتے تھے. پھر اس حقیقت سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ مولانا شہیدؒ نے اس کتاب سے رجوع کر لیا تھا اور اب یہ کتاب بھی اپنی پہلی صورت میں نہیں رہی. بہت سے اس میں اضافے ہو چکے ہیں جن کی کوئی ذمہ داری مولانا شہیدؒ پر نہیں آتی مولانا شہیدؒ کے ساتھی اور پیر بھائی مولانا کرامت اللہ جونپوری لکھتے ہیں:-

تنویر العینین جو کتاب ہے سو اس میں مولانا اسماعیل شہیدؒ کے لکھے ہوئے چند ورق رفع یدین کی ترجیح میں ہیں اور بعد اس کے مولانا مرحوم نے اپنے مرشد حضرت سید احمد قدس سرہ کے سمجھانے سے اپنے قول سے رجوع کر لیا تھا یعنی رفع یدین کو چھوڑ دیا اور لا مذہب لوگوں نے تنویر العینین میں اپنی طرف سے بہت سی باتیں زیادہ کر کے لکھیں [1]

سو ہم پروفیسر غلام احمد حریری کی اس بات سے اتفاق نہیں کر سکتے کہ یہ نیا فرقہ شاہ اسماعیل شہیدؒ سے شروع ہوا ہے. ایسا نہیں. اس فرقہ جدیدہ کے شیخ الکل جناب میاں نذیر حسین دہلوی ہوئے ہیں اور انہوں نے ہی انگریزی عملداری میں اس فرقے کا آغاز کیا. ہندوستان میں تاریخ ترک تقلید

البتہ غزنی سے جو حضرات ہندوستان آئے وہ باوجود ترکِ تقلید کے تقلید کو گناہ نہ سمجھتے تھے. ان کے اختلاط سے میاں نذیر حسین صاحب دہلوی میں بھی کچھ اعتدال آ گیا تھا. ہاں مولوی غلام علی قصوری جیسے حضرات ہری چند ولد دیوان چند کے طریق پر ہی رہے. مولوی غلام علی قصوری نے اپنے معتقدات پر ۱۲۹۸ھ میں ایک رسالہ لکھا. مولوی عبد الجبار غزنوی نے اثبات البیعہ والالہام کے نام سے اس کا جواب دیا. یہ رسالہ افغانی فارسی میں تھا. اس کا اردو ترجمہ مولوی محمد حسن مرحوم رئیس لدھیانہ نے کیا. مولانا غزنوی مولوی غلام علی کی بات کو مغالطہ قصوری کے

---

[1] مقامع المبتدعین صہ ۲۲۴

عنوان سے ذکر کرتے ہیں اور اپنا جواب ہدایت کے نام سے دیتے ہیں. ایک مغالطہ اور ہدایت ذیل میں ملاحظہ کیجئے:-

مغالطہ قصوری

یہ چار مذہب حنفی شافعی مالکی حنبلی کیسے ہیں اور کب سے بنے ہیں؟

ہدایت

مذاہبِ اربعہ حق ہیں اور ان کا آپس کا اختلاف ایسا ہے جیسا صحابہ کرامؓ میں بعض مسائل کا اختلاف ہوا کرتا تھا باوجود اختلاف کے ایک دوسرے سے بغض وعداوت نہیں رکھتے اور باہم سب وشتم نہیں کرتے مثل خوارج وروافض کے صلحاء اور ائمہ دین کی محبت جزو ایمان ہے۔[1]

اس سے پتہ چلا کہ سب اہلحدیث ایک نہج پر نہیں جو مذاہب اربعہ کو حق سمجھتے ہیں. بے شک وہ بدعتی نہیں. بایں ہمہ یہ حقیقت ناقابلِ انکار ہے کہ یہ فرقہ غیر مقلدین ایک فرقہ نواحداث ہے جو پہلے دور میں نہ تھا. ان ادوار کے لوگ یا مجتہد تھے یا مقلد. تیسری جنس ان دنوں کہیں نہ پائی جاتی تھی. یہ آجکل کی پیداوار ہے باصطلاح جدید انہیں اہلحدیث کہتے ہیں. صورتِ حال جو بھی ہو یہ قدرِ مشترک ہے کہ یہ فرقہ اہلحدیث انگریزوں کے دور میں بنا اور اسی وقت اس کی داغ بیل پڑی. اس وقت سے لے کر اب تک یہ فرقہ اپنے فرقہ وارانہ مسائل میں برابر کوشاں ہے. ہر شہر میں ان کی اپنی مسجدیں ہیں اور ان شہروں اور قصبوں میں یہ بات سب کو معلوم ہے کہ جہاں ان کی مسجدیں ہیں وہ ان علاقوں کی قدیم مساجد سے زماناً متاخر ہیں اور جس طرح یہ نیا فرقہ تیرہویں صدی کا ایک نوزائیدہ فرقہ ہے. ان کی مسجدیں اور درسگاہیں بھی دوسرے مسلمانوں سے عملاً علیحدہ ہیں اور وہ آٹھ رکعت تراویح اور تین طلاق کو ایک قرار دینے سے پہچانی جاتی ہیں. اب ہم تاریخ ترکِ تقلید کی بحث کو ختم کرتے ہیں.

---

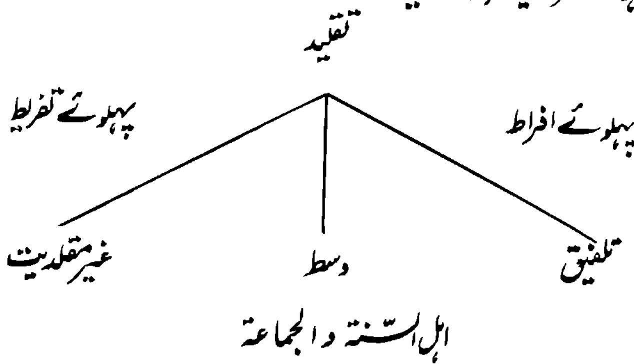
[1] اثبات الالہام والبیعہ طبع دوم صـ۶

مسئلہ تلفیق

تقلید کے بعد تلفیق

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد :۔

تقلید وہ نقطہ اعتدال ہے جو عامی کو علماء کے اعتماد میں رکھتا ہے اور اسے دینی آوارگی سے بچاتا ہے۔ طلبہ کو جس طرح تمام فضائل اخلاق میں ان کے افراط و تفریط کا علم ہوتا ہے انہیں تقلید کے افراط و تفریط سے بھی آگاہ ہونا چاہیئے۔ جو لوگ تقلید کا مطلقاً انکار کرتے ہیں وہ تفریط کا شکار ہیں اور جو نفس کی سہولت کے لیے تقلید سے بے جا فائدہ اٹھائیں کہ کبھی کسی امام کی پیروی کرلی اور کبھی کسی کی وہ اس کے پہلوئے افراط میں گھرے ہیں۔



اہل السنۃ والجماعۃ

جس طرح اس امت میں روافض و خوارج میں مقام وسط اہل السنۃ والجماعۃ کو حاصل ہے ملفقین اور غیر مقلدین میں مقام وسط مقلدین کو حاصل ہے۔ انسان تلفیق کا شکار تقلید کے بعد ہوتا ہے پہلے ایک امام کی تقلید پر تھا اب حسب ضرورت، وہ مختلف ائمہ سے سہولتیں لینے لگا۔ فقہاء جو دین کے امین ہوتے ہیں اس صورت عمل پر چونکے اور انہوں نے تلفیق کو غلط قرار دیا جب ایک امام پر اعتماد اسی پہلو سے تھا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی مرادات کو بیان کر رہا ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول برحق کی مرادات میں تعدد کا قائل ہو جائے مصیب اللہ کے ہاں ایک ہی مجتہد ہے دوسرے صرف اس لیے برحق جانے گئے ہیں کہ وہ اپنی خطا پر بھی ماجور ہیں تلفیق میں جانے والا اس عقیدے سے ائمہ مجتہدین کی پیروی نہیں کرتا وہ عقیدہ رکھتا ہے کہ ہر ایک مجتہد مصیب ہے اپنی

سہولت کے لیے جو راہ بھی میں اختیار کروں وہی مرادِ الٰہی ہے۔ (استغفر اللہ العظیم)

تقلید کا موضوع مسائل غیر منصوصہ ہیں یا وہ مسائل منصوصہ جنہیں روایات متعارض ملتی ہیں اور ان میں تقدیم و تاخیر واضح طور پر معلوم نہیں ہوتی۔ ان میں یہ گمان کہ فلاں مجتہد اللہ اور اس کے رسول کی بات کو صحیح طور پر پا گیا ہے کسی ایک امام کے بارے میں ہی دل میں جمے گی۔ ہر ایک کے بارے میں یہ گمان دل میں آئے یہ عادۃً نہیں ہو سکتا۔

جب آپ مسائل غیر منصوصہ متعارضہ میں کسی ایک امام کی تقلید پر جمع ہو گئے تو اب کسی نفسانی خواہش اور حصولِ سہولت کے لیے اس امام کی بات کو چھوڑنا اور کسی کسی دوسرے امام کی بات پر آجانا یہ کوئی مزید تحقیق نہیں، دین سے کھیلنے کی ایک نازیبا حرکت ہے اسے تلفیق کہتے ہیں۔ ہمارا مذاہبِ اربعہ کے پیروؤں کو تلفیق سے روکنا دوسرے ائمہ پر اعتماد نہ کرنے کی دعوت نہیں دین کو مسخر بنانے کی ایک بے جا راہ سے روکنا ہے۔

تقلید تو ایک مجبوری تھی جو لوگ ان مسائل سے دوچار ہوں جن میں انہیں کتاب و سنت میں کوئی واضح راہنمائی نہ ملے اور وہ مجتہد بھی نہ ہوں ان کے لیے تقلید ہی ایک راہِ عمل ہے اس میں اگر وہ اپنی سہولت تلاش کریں کہ حسب پسند کبھی کسی امام کی اور کبھی امام کی تقلید کرلیں تو یہ اتباعِ شریعت نہ ہو گی اپنی خواہشات کی اتباع ہو گی۔ پہلے انہوں نے تقلید اتباعِ شریعت کے ایک تقاضے کو پورا کرنے کے لیے کی تھی جس میں صرف رضائے مولا درکار تھی۔ جس طرح مقلدین منصوص مسائل کو دین سمجھ کر قبول کرتے ہیں وہ غیر منصوص مسائل میں اپنے مجتہد کے فیصلوں کو بھی دین سمجھ کر ہی قبول کرتے ہیں جب وہاں انہیں کسی اور طرف دیکھنے کی اجازت نہیں تو یہاں بھی انہیں ایک امام پر ہی اکتفا کرنی چاہیئے۔

ائمہ میں کوئی امام مامور من اللہ نہیں کہ کسی مسئلہ غیر منصوصہ میں اس کی ہی اتباع ضروری ہو لیکن اگر کسی لے اپنے حسنِ ظن سے اسے راجح اور افضل مان لیا اور اس کی تقلید شروع کر دی تو اب آپ سے جائز نہیں کہ رضائے مولیٰ کے سوا کسی اور وجہ سے کسی دوسرے امام کی طرف دیکھے۔ اپنے امام سے

روگردانی کو تلفیق کہتے ہیں تقلید کو سمجھنے کے ساتھ ساتھ تلفیق کو سمجھنا اور اس کے خطرناک نتائج کو جاننا

طلبہ کے لیے ضروری ہے۔

تلفیق کے لفظی معنی

تلفیق کا لفظ لفق سے نکلا ہے لفق کا معنی ایک کنارہ سے دوسرے کنارے سے ملانا ہے۔

اصطلاحاً یہ ایک امام کی پیروی کو دوسرے امام سے جوڑنا ہے۔ ایک عمل میں مختلف مذاہب کو جمع کردیا جائے

اور وہ مجموعی عمل کسی امام کے نزدیک بھی درست نہ رہے تو یہ تلفیق ہے جو جائز نہ ہوگی۔

تلفیق کی ایک مثال

ایک شخص نے وضو کیا اس کے بعد اسے کانٹا چبھا اور خون بہہ نکلا اس نے پھر سے وضو نہ

کیا پھر کسی عورت سے اس کا ہاتھ چھو گیا۔ اب اس نے اسی وضو سے نماز پڑھی تو یہ نماز کسی امام کے

نزدیک بھی درست نہ ہوئی حنفیوں کے ہاں اس لیے نہیں کہ خون بہنے سے اس کا وضو جاتا رہا تھا اور

شافعیوں کے ہاں اس لیے نہیں کہ عورت کو چھونے سے اس کا وضو جاتا رہا تھا اور اب اس کے لیے

اس وضو سے نماز پڑھنا درست نہ تھا یہاں مسئلے کا حکم ایک ہے لیکن اس مسئلے کی جہات دونوں

مذاہب کی اپنی اپنی ہیں۔

جب اس کا خون بہہ نکلا تھا اسے اسی وقت نماز توڑ دینی چاہیئے تھی اور نیا وضو کرنا چاہیئے

تھا یہاں وہ اندر ہی اندر شافعی ہو گا اور پھر جب یہاں عورت کو چھونے سے اس کا وضو گیا تو وہ جھٹ

حنفی ہو گیا کہ حنفیوں کے ہاں اس صورت عمل سے وضو نہیں جاتا۔ اب اس کا ایک عمل میں مختلف اماموں

کے مذہب پر آنا جانا یہ عمل تلفیق ہے جو ایک نہایت نازیبا عمل ہے۔ ائمہ اربعہ کے حق پر ہونے کا یہ مطلب

نہیں کہ ان میں ہر ایک ایک ایک مسئلے میں راہ صواب پائے ہوئے ہے۔

تلفیق خواہشات نفسانی کی اتباع میں رخصتوں کو تلاش کرنے کا نام ہے اور اس میں ہر مذہب

کی آسان باتوں کو لینا ہے۔ اس لیے نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس عمل کی صورت مراد یہی تھی بلکہ اس لیے کہ اس صورتِ عمل میں ہمیں اپنی سہولت مل رہی ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:۔

ان الحکم الملفق باطل بالاجماع وان الرجوع عن التقلید بعد العمل باطل اتفاقاً[1]

ترجمہ: بیشک اس طرح کا ملا عمل بالاتفاق ناجائز ہے ایک مذہب کو تقلیداً اختیار کرکے اس سے نکلنا بالاتفاق ناجائز ہے۔

ہاں کسی مذہب سے تحقیقاً نکلنا یہ کوئی امر ناجائز نہیں۔ امام طحاوی (۳۲۱ھ) امام شافعی کے مقلد تھے۔ لیکن جب تحقیق مزید پائی تو شافعی مذہب چھوڑ کر حنفی مذہب کو اختیار فرمایا یہ تلفیق نہیں تحقیق ہے اور اہل علم اسے منع نہیں کرتے۔

تلفیق کی ایک دوسری مثال

ایک شخص نے قسم کھائی کہ وہ فلاں ریلوے سٹیشن پر نماز نہ پڑھے گا اگر پڑھے تو اس کی فلاں بیوی کو طلاق ہو گی اس نے وہاں نماز پڑھی اور پھر پچھتانے لگا کہ ہائے طلاق تو واقع ہو گئی۔

ایک غیر مقلد مولوی صاحب نے کہا کہ تو گھبرا کیوں رہا ہے تو نے وضو میں مسح کتنے سر کا کیا تھا؟ اس نے کہا۔ ربع رأس (سر کے چوتھے حصے کا) مولوی صاحب نے کہا مالکی مذہب میں پورے سر کا مسح ضروری ہے۔ اس مذہب کی رو سے تمہارا وضو ہی درست نہ تھا۔ سو جو نماز تو نے اس ریلوے سٹیشن پر پڑھی وہ نماز ہی نہ تھی تم مالکی مذہب کی پیروی کی نیت کر لو اور اس نماز کو نماز نہ جانو تو اس صورت میں تمہاری اس بیوی پر طلاق واقع نہ ہوئی۔ اس طلاق سے نہ گھبراؤ۔ اسلام میں بہت وسعت ہے۔ اس سے تلفیق کا پورا مضمون کھل کر سامنے آجاتا ہے۔

---

[1] رد المحتار جلد ۱ ص۵۷

ھو تتبع الرخص عن ھوی[1]

ترجمہ: یہ نفسانی تقاضوں سے شریعت کی رخصتوں کو تلاش کرتا ہے۔

تحری میں کسی سمت کا انتخاب ایک اجتہاد ہے

ایک مسافر کو جانب قبلہ معلوم نہ تھی، اس نے تحری سے ایک سمت کا انتخاب کیا اور اُدھر رُخ کیے نماز پڑھنا شروع کر دی، پھر اس کو خیال آیا کہ جدھر اس نے جوتے رکھے تھے وہ سمت زیر سامنے نہیں کوئی چور انہیں اٹھا نہ لے جائے۔ اچانک اسے خیال آیا کہ اُدھر بھی تو سمت قبلہ ہو سکتی ہے، میں نے ادھر رخ اپنے اجتہاد سے کیا تھا اب کیا ضروری ہے کہ یہی تحری صحیح ہو۔ اس طرف بھی تو جانب قبلہ ہو سکتی ہے ——— چلو ادھر منہ کر لو۔ اس طرح اپنے جوتوں کی حفاظت بھی ہو سکے گی۔ یہ خیال کرتے ہی وہ پلٹا اور اب اس دوسری طرف منہ کیے وہ نماز پڑھنے لگا

ظاہر ہے کہ اب اس کا اس دوسری سمت پر آنا رضائے الٰہی کے لیے ہرگز نہ تھا صرف اپنے جوتوں کی حفاظت کے لیے تھا، یہ تلفیق ہے اور یہ بالاتفاق جائز نہیں۔

جب اس نے تحری سے ایک سمت کا انتخاب کیا تو اب اس کے ضروری ہو گیا کہ اب وہ اپنی پوری نماز میں صرف اسی سمت رُخ کرے۔ ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی پیروی ابتداءً اس پر واجب نہ تھی لیکن اب جب اس نے کسی امام کی تقلید اختیار کر لی تو اب اس پر واجب ہو گیا کہ کسی سہولت نفس کے لیے وہ اس تقلید سے نہ نکلے ——— یہ کیا دین ہوا کہ کسی طرف ذرا نرمی دیکھی اور اُدھر لپک پڑا۔ یہ شریعت کی پیروی نہیں اپنے نفس کی پیروی ہے۔

بنگال کے ایک جلیل القدر عالم مولانا کرامت علی جونپوری حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ کے ساتھیوں میں سے تھے اور حضرت سید احمد شہیدؒ کے خلفاء میں سے تھے۔ آپ کے پاس ایک اسی قسم کا سوال آیا اور آپ نے اس کا جواب لکھا۔ اسے ہم یہاں مختصراً نقل کرتے ہیں:۔

---

[1] قواعد الفقہ ص۲۳۶

ایک ہی مذہب کے موافق عمل کرنا بڑی مشکل ہے۔ آسانی اس میں ہے کہ کبھی امام ابوحنیفہ کبھی امام مالک کبھی امام شافعی کبھی امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے مذہب کے موافق عمل کریں۔ سو اس وسواس کا رد مختصر یہ ہے کہ جب چاروں امام کے مذہب کے موافق عمل کرے گا اور چاروں کے حکم کو برابر جانے گا تو ضرور ہوگا کہ ایک ہی وقت میں ضب کو جس کو فارسی میں سوسمار کہتے ہیں، امام شافعی کے مذہب بموجب حلال اور امام ابوحنیفہ کے مذہب بموجب حرام جانے گا تو یہ ایک ہی وقت میں ایک ہی چیز میں اجتماع ضدین لازم آئے گا اور شرح عقائد میں نسفی میں اس بات کو معتزلہ کا مذہب لکھا ہے اور اس کا رد کیا ہے اور ایسا کرتے میں مکلف یعنی عاقل بالغ خود مختار بن جائے گا اور شریعت کا مقرر کرنا بے فائدہ ٹھہرے گا اور جو شخص جس مذہب کی تقلید چاہے تب اس مذہب کی تقلید کرے۔ اس بات کو جامع الرموز میں معتزلہ کا مذہب لکھا ہے اور ایک ہی امام کو مقرر کر کے اس کی تقلید کو اہل السنۃ والجماعت کے مذہب کے بموجب واجب لکھا ہے۔ اور فی الحقیقت یہ مسئلہ تحری کے مسئلہ کے طور پر ہے۔ جیسا کہ تحری کے خلاف عمل کرنا درست نہیں اور تحری کے خلاف کرنے میں نجات نہیں ہے ویسا ہے جیسے اپنے باپ یا اُستاد مرشد قاضی مفتی بادشاہ اور کسی ایک ملک کے سارے خواص وعوام کو کسی ایک مذہب پر دیکھا تب ان کے مذہب کے راجح اور افضل ہونے کی تحری دل میں جم گئی تو اب اس کے خلاف کرنا درست نہیں اور اس تحری کے خلاف میں نجات نہیں ہے۔

عوام کو اس بات کی خبر کہاں کہ اللہ اور رسول کے کلام کے معنی کا نام فقہ ہے اور اللہ اور رسول نے عامی کو یعنی سوائے مجتہد کے سب کو حدیث اور قرآن سے مسئلہ نکالنے سے منع کیا ہے اور اس بات کا حکم صرف مجتہد کو دیا ہے اور مجتہد کے سوا

حدیث اور قرآن سے دلیل لانے اور اس سے مسئلہ نکالنے کو حرام کیا ہے اور
مجتہد کے سوا جو عالم لوگ ہیں ان کو بھی یہی حکم ہے کہ جو شخص جو مسئلہ بیان کرے
اور جو دعوئے کرے وہ اہل السنۃ والجماعۃ کے مذہب کی معتبر کتابوں سے اپنے
اس دعوئے کی دلیل لائے۔[1]

علماء متداول کتابوں سے دین پیش کریں

متداول کتابیں علماء کی نظر سے بار بار گزری ہوتی ہیں اور ان پر شروح اور حاشیے بھی ملتے ہیں جو عالم ان کو دیکھ کر مسئلہ بتائے اور اسی امام کی فقہ پر چلے جس کی فقہ ان علاقوں میں متداول ہو تو یہاں غلطی کا امکان بہت کم رہ جاتا ہے اور اگر وہ عالم اپنے اجتہادات اپنے ان جوابات میں داخل کرتا رہے تو ظاہر ہے کہ ہر عالم تو اس درجے میں نہیں ہوتا کہ حضورؐ کی پوری امت کو اس کے پیچھے لگا دیا جائے تو جو علماء مقلد ہیں اور علم میں وہ مقلد کے درجے میں پہنچے ہوئے نہیں ان کے لیے ضروری ہے کہ متداول کتابوں میں مسئلہ کو دیکھیں اور عوام کو ان کے امام کے فیصلے کی روشنی میں مسئلہ بتائیں ان میں اگر مقلدین تلفیق کی راہ اختیار کریں تو یہ جائز نہ ہوگا۔

مقلد محض اور عالم مقلد میں فرق

وہ عالم جو مجتہد کے درجہ پر پہنچے ہوئے نہیں مگر اتنی علمی استعداد ہے کہ وہ اپنے امام کے اصولوں کی روشنی میں کتاب و سنت کے تقاضوں کو سمجھتے ہوں وہ مجتہد فی المذہب ہوں یا مجتہد فی المسائل میں سے ہوں اگر وہ کسی ایک مسئلے میں یا چند مسائل میں اصل دلائل سے متاثر ہو کر اپنے امام کے فیصلے کو چھوڑ دیں تو اس کام میں تفرد ہو گا تلفیق نہ ہو گا اور یہ جائز ہے

امام طحاوی بے شک حنفی تھے مگر وہ ایک بلند پایہ محقق بھی تھے۔ سو انہوں نے جہاں جہاں

[1] القول الامین از ذخیرہ کرامات جلد ۲ ص ۲۸۳ طبع مطبع قیومی کانپور ص ۲۸۵ ۱۳۲۴ھ

اپنے امام سے یا حضرت امام ابو یوسف اور امام محمد سے اختلاف کیا ہے وہ کسی ذاتی ضرورت یا سہولت کے لیے نہیں کیا آپ نے عوام کے مسائل میں صرف شرعی دلائل پر نظر کی اور اپنے امام کے اصولوں کی روشنی میں خود اپنے امام کی جزئیات میں ان سے اختلاف کیا ــــ ظاہر ہے کہ اس میں ہوائے نفس کا کوئی دخل نہیں محض صحیح بات کو پالینے کی ایک مؤثر کوشش ہے ۔ فقہاء حنفیہ اور ائمہ اصول نے کبھی اپنے پیروؤں پر مزید تحقیق کے دروازے بند نہیں کیے ۔

علامہ شامی کا فتوےٰ کہ مفقود الخبر کے بارے میں ہم امام مالک کا قول اختیار کرتے ہیں اپنی ذاتی سہولت اور آرام کے لیے نہیں مصلحت امت کے لیے ایک علمی اور فکری کوشش ہے اور یہ کوشش بھی ان کا کوئی انفرادی فیصلہ نہیں دیگر اس اونچے درجے کے علماء بھی ان کے ساتھ ہیں ۔

(نوٹ) فقہائے احناف ایسے اہم اقدامات اپنی انفرادی رائے سے نہیں کرتے وہ ایسے مسائل کا فیصلہ امت کے دوسرے علماء اعلام کے ساتھ مل کر کرتے ہیں ۔

ماہنامہ دارالعلوم دیوبند کی اپریل اور مئی ۱۹۹۵ء کی اشاعتوں میں محقق اور مفتی مجتہد کے عنوان سے ایک جامع مضمون شائع ہوا ہے ۔ ہم ذیل میں اس کا ایک اقتباس بھی نقل کرتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ احناف نے اپنے علمی حلقوں میں کسی پر تحقیق مزید کا دروازہ بند نہیں کیا یہ اقتباس ان عنوان سے پیش کیا گیا ہے ۔

مقلد محقق کا تفرد

کسی مسئلہ میں اپنے امام کا کوئی قول صراحت کے ساتھ موجود ہو مگر عالم محقق کو اپنے امام کے مخالف کوئی حدیث نظر آجائے یا اپنے امام کے مختلف اقوال میں سے کسی قول مرجوح کی دلیل مضبوط نظر آئے یا دوسرے امام کے قول کی دلیل زیادہ قوی معلوم ہو اور وہ اپنے امام کے قول کو چھوڑ کر اس حدیث پر عمل کرے یا قول مرجوح پر عمل کرے یا دوسرے امام کے قول کو چھوڑ کر جانب مخالف کو اختیار کر لیتا ہے

تو اس کو اصطلاح میں مقلد محقق کا تفرد کہا جاتا ہے اور عالم محقق کو اس طرح کا تفرد اختیار کرنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی گنجائش ہے. مگر یہ حق محقق کے علاوہ کسی اور کو حاصل نہیں اور اس طرح تفرد اختیار کر لینے کی وجہ سے اس کو امام کے مذہب سے خارج بھی نہیں سمجھا جائے گا.

ولا یخفی ان ذلک لمن کان اھلاً للنظر فی النصوص ومعرفۃ محکمھا من منسوخھا.[1]

ترجمہ. اور یہ بات کوئی چھپی نہیں کہ یہ اجازت صرف اسی کو ہے جو اس درجے کا عالم ہو کہ نصوص پر غور کرنے کی اہلیت رکھتا ہو اور ان کے محکم اور منسوخ کو پہچانتا ہو.

ان تصریحات سے پتہ چلتا ہے کہ تمام علماء اعلام اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اجتہادی امور میں مجتہد مصیب ایک ہی ہے سب نہیں. ورنہ کسی محقق کو بھی اپنے امام کے قول سے نکلنا جائز نہ ہوتا.

اب آگے ہم اس مسئلے پر ذرا تفصیل سے بات کریں گے.

ایک ہی مجتہد مصیب ہے

حق عند اللہ کے اعتبار سے ایک ہی مجتہد مُصیب ہے

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد :

یہ واقعی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں فروع اعمال میں مختلف طریقوں کی وسعت بخشی. لیکن یہ سب باعتبار عمل ہے کہ ہر مجتہد اپنے اجتہاد پر عمل کرنے کا مجاز ہے مگر اس پر اسے اجر ملے گا (ایک یا دو) سو عملاً سب حق پر ہیں اور اجر میں ان کا حق بنتا ہے گو ان کا اجتہاد اپنی پوری کوشش کے باوجود ٹھیک نشانہ پر نہ بیٹھا ہو.

حق عنداللہ کے اعتبار سے ایک مجتہد مصیب ہوتا ہے اسے دو اجر ملتے ہیں اور وہی اصل میں شریعت کی آواز ہے. شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے ۱۳۴۲ھ میں اس عنوان پر کہ حق عنداللہ کے اعتبار سے ایک ہی مجتہد مصیب ہوتا ہے ایک نہایت بلند پایہ مضمون لکھا تھا ہم افادۂ عام کے لیے اس کے چند مضامین یہاں ہدیۂ قارئین کیے دیتے ہیں.

شیخ الاسلامؒ لکھتے ہیں :-

خوب محفوظ رکھنا چاہیئے کہ باوجودیکہ حق عنداللہ کے اعتبار سے ہر ایک مسئلہ میں کوئی ایک ہی مجتہد مصیب ہوتا ہے لیکن عملاً سب حق پر ہیں یعنی حق تعالیٰ شانہٗ نے یہ وسعت دی ہے کہ یہ مجتہد اپنے اجتہاد کے اوپر عمل کرے اگرچہ اس کا اجتہاد باوجود پوری کوشش کے ٹھیک نشانہ پر نہ بیٹھا.

تمثیلاً یوں سمجھو کہ کعبہ نفس الامر میں ایک معین مکان کا نام ہے اور اس کا استقبال شریعت نے نماز میں ضروری قرار دیا ہے. فولّ وجھک شطر المسجد الحرام لیکن جس وقت سمتِ کعبہ ٹھیک معلوم نہ ہو تو بعد تحری کے جو سمت معین ہو اس کا استقبال قبول صلوٰۃ کے لیے کافی سمجھا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ ہماری تحری

جس طرف ہو ضروری نہیں کہ نفس الامر میں خانہ کعبہ بھی اسی طرف منتقل ہو جائے پس یہ خدا کی رحمت اور انعام ہے کہ اگرچہ واقع میں مستقبل قبلہ وہی شخص ہے جس کا رُخ ٹھیک کعبہ کی طرف ہو۔ مگر تاہم دوسری طرف منہ کرنے والوں کو بھی توسعاً اور حکماً مستقبل کعبہ تسلیم کیا گیا ہے تو باعتبار کعبہ نفس الامری اور حکم اولی کے تو فقط ایک ہی شخص مصیب ہے۔ اور سب مخطی لیکن باعتبار قبول صلوٰۃ اور امتثال امر ثانی کے سب مصیب ہیں۔ یہی مطلب ہے حدیث اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم کا اگر وہ صحیح طور پر ثابت ہو جائے اور نیز حضرت الشیخ الاجل محدث گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے اس عبارت کا جو سبیل الرشاد ص۳۲ میں ہے۔

"پس ہر چند کہ عند اللہ محل اختلاف میں حق واحد ہوتا ہے مگر عمل میں سب حق ہوتے ہیں" اور یہی محمل ہے حضرت امام ابو حنیفہؒ کے اس اشارہ کل مجتہد مصیب والحق عند اللہ واحد۔ اور امام ابو یوسفؒ کے اس کلام کا کل مجتہد مصیب وان کا الحق فی واحد فمن اصابہ فقد اصاب الحق ومن اخطأہ فقد اخطأہ[1]

حضرت امام صاحبؒ و امام ابو یوسفؒ کی ان نصوص کو ہمیشہ یاد رکھیے جن سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ امام صاحب اور دیگر ائمہ اہل سنت سے جو بعض شاذ اقوال ہر مجتہد کے تصویب کی نسبت ان کے مشہور و معروف مذہب المجتہد یخطی ویصیب کے خلاف منقول ہیں۔ وہ فی الحقیقت ان کے اصل مذہب کے خلاف نہیں ہیں۔ تعجب ہے کہ امام عبد الوہاب شعرانی نے بھی میزان کبریٰ میں بیشتر اس قسم کے اقوال کی سطح سے مدد لی ہے۔ اس جگہ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ چند نقول مستند کتابوں کی آپ کے سامنے پیش کر دوں جو اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ اصل مذہب جمہور اہلسنت والجماعۃ اور ائمہ اربعہ کا یہی ہے کہ اجتہادیات میں حق عند اللہ واحد ہے اور اسی بنا پر یہ ہر مجتہد مصیب بھی ہو

[1] التقریر والتحبیر جلد۳ ص۳۰۸ مصری

سکتا ہے اور مخطی بھی۔ چنانچہ تحریر الاصول اور اس کی شرح میں لکھتے ہیں:۔

والمختار ان حکم الواقعۃ المجتہد فیہا حکم معین اوجب طلبہ فمن اصابہ فہو المصیب ومن لا یصیبہ فہو المخطئ ونقل ھٰذا عن الائمۃ الاربعۃ ابی حنیفۃ ومالک والشافعی واحمد وذکر السبکی ان ھٰذا ھو الصحیح عندھم بل نقل الکرخی عن اصحابنا جمیعا ولم یذکر القرافی عن مالک غیرہ وذکر السبکی انہ الذی حررہ اصحاب الشافعی عنہ وقال ابن السمعانی ومن قال عنہ غیرہ فقد اخطأ۔[1]

ترجمہ: مذہب مختار یہ ہے کہ ہر واقعہ مجتہد فیہا میں ایک حکم معین ہوتا ہے جس کی تلاش خدا کی طرف سے لازم کی گئی ہے۔ بس جس مجتہد نے اس حکم کو پا لیا وہ مصیب ہے اور جو نہ پا سکا وہ مخطی ہے۔ چنانچہ یہی خیال چاروں اماموں (ابوحنیفہ، مالک، شافعی، احمد رضی اللہ عنہم) کا ہے اور سبکی نے لکھا ہے کہ یہی رائے ائمہ اربعہ کے نزدیک صحیح ہے۔ بلکہ کرخی نے تو ہمارے تمام اصحاب (حنفیہ) سے یہی خیال نقل کیا ہے اور قرافی نے اس کے سوا امام مالک سے کوئی قول نقل نہیں کیا اور سبکی نے ذکر کیا ہے کہ یہی وہ قول ہے جس کو امام شافعی کے اصحاب نے امام شافعی سے منقح کر کے لکھا ہے اور ابن السمعانی نے فرمایا کہ جس کسی نے امام شافعی سے اس کے سوا دوسرا قول نقل کیا اس نے غلطی کی۔

شیخ شمس الدین ابن القیم اعلام الموقعین میں لکھتے ہیں:۔

وقد صرح الائمۃ الاربعۃ بان الحق فی واحد من الاقوال المختلفۃ ولیست کلہا صوابا۔[2]

ترجمہ: اور ائمہ نے تصریح کی ہے کہ اقوال مختلفہ میں سے ایک ہی قول حق ہوتا ہے

---

[1] شرح تحریر الاصول جلد ۳ صہ ۳۰۶ [2] اعلام الموقعین جلد ۲ صہ ۳۱۱

یہ نہیں کہ سب کے سب قول درست ہوں۔

حافظ ابن تیمیہؒ فتاویٰ میں لکھتے ہیں :-

(المقام الاول) هل لله في كل حادثة تنزل حكم في نفس الامر بمنزلة ما لله قبلة معينة هي الكعبة وهي مطلوب المجتهدين عند الاشتباه فالذي عليه السلف وجمهور الفقهاء واكثر المتكلمين او كثير منهم ان لله في كل حادثة حكما معينا قد سميناه عفوا. لكن اكثر اصحاب ابي حنيفة وبعض المعتزلة يسمون هذا الاشبه ولا يسمونه حكماً وهم يقولون ما حكم الله به لكن لو حكم لما حكم الا به فهو عندهم في نفس الامر حكم بالقوة وحدث بعد المائة الثالثة فرقة من اهل الكلام زعموا ان ليس عند الله حق معين هو مطلوب المستدلين الا فيما فيه دليل قطعي يتمكن المجتهد في معرفة فاما ما فيه دليل قطعي لا يتمكن من معرفته او ليس فيه الا ادلة ظنية فحكم الله على كل مجتهد ما ظنه وترتيب الحكم على الظن لترتب اللذة على الشهوة فكما ان كل عبد يلتذ بدرك ما يشتهيه وتختلف اللذات باختلاف الشهوات كذلك كل مجتهد حكمه ما ظنه وتختلف الاحكام ظاهراً او باطناً باختلاف الظنون وزعموا ان ليس على الظنون ادلة كادلة العلوم وانما تختلف باختلاف احوال الناس وعاداتهم وطباعهم وهذا قول خبيث يكاد فساده يعلم بالاضطرار عقلا وشرعا وقوله صلى الله عليه وسلم فلا تنزلهم على حكم الله فانك لا تدري ما حكم الله فيهم وقوله لسعد لقد حكمت فيهم بحكم الله من فوق سبعة ارقعة وقول سليمان اللهم اني اسئلك حكما يوافق حكمك كله

يدل على فساد هذا القول مع كثرة الادلة السمعية والعقلية على فساده [1]

ترجمہ: پہلی بحث یہ ہے کہ ہر ایک حادثہ جو پیش آتے خدا کی طرف سے کوئی ایک حکم معین ایسا ہوتا ہے جیسا کہ حق تعالیٰ نے خانہ کعبہ کو ایک معین قبلہ بنا دیا ہے جس کو اشتباہ کے وقت مجتہدین معلوم کرنا چاہتے ہیں. تو سلف صالحین اور جمہور فقہاء اور اکثر متکلمین یا یوں کہہ لو کہ بہت سے متکلمین کا مذہب یہ ہے کہ حادثہ میں خدا کا حکم معین ہے جس کا نام ہم نے عنور رکھا ہے اور اکثر حنفیہ اور بعض معتزلہ اس کو اشبہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور اس کو وہ حکم نہیں کہتے بلکہ یوں کہتے ہیں کہ گو خداوند تعالیٰ نے اس حادثہ میں صاف حکم نہیں فرمایا لیکن اگر وہ حکم دیتے تھے تو اس کے سوا حکم نہ دیتے. تو ان لوگوں کے نزدیک نفس الامر میں حکم معین ہے. مگر بالقوۃ پھر تیسری صدی کے بعد ایک جماعت متکلمین کی ایسی پیدا ہوئی جس کا یہ خیال ہے کہ بجز ان مسائل کے جن کے واسطے کوئی ایسی دلیل قطعی پہلے سے موجود ہو جس کی معرفت پر مجتہد پوری طرح قادر ہے. باقی تمام مسائل میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے کوئی حکم معین نہیں تو جن مسائل میں کوئی دلیل قطعی پہلے سے موجود تھی. مگر مجتہد اس کی معرفت پر قادر نہ تھا یا سرے سے بجز ادلہ ظنیہ کے کوئی دلیل قطعی موجود ہی نہ تھی تو ایسی صورت جس میں مجتہد نے جو رائے اپنے اجتہاد سے قائم کی. بس خدا کے نزدیک بھی مسئلہ کا حکم وہی ہے اور اس تقدیر پر مجتہد کی رائے پر حکم کا ترتب ایسا ہی ہوگا جیسا کہ لذت کا ترتب شہوت پر ہوتا ہے تو جیسا کہ ہر آدمی کی جو خواہش ہو اُسی کے حاصل ہونے سے اس کو لذت حاصل ہوتی ہے اور لوگوں کی

---

[1] فتاویٰ ابن تیمیہ جلد ۲ صـ ۱۷۷

خواہشات کے اختلاف سے لذات بھی مختلف ہوتی ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں کے نزدیک کسی مجتہد نے جو خیال کسی مسئلہ میں کر لیا خدا کا حکم بھی اس کے لیے وہی ہے اور مجتہدین کے خیالات کے اختلاف سے احکام خداوندی بھی ظاہراً و باطناً مختلف ہوں گے اور اُن لوگوں کا گمان یہ ہے کہ مسائل ظنیہ میں دلائل کا حال وہ نہیں جو مسائل یقینیہ میں ہوتا ہے۔ اور ظنیات لوگوں کے حالات و عادات اور طبائع کے اختلاف سے مختلف رہتے ہیں (حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں) کہ اس جماعت کا خیال ایک گندہ خیال ہے جس کا فساد اور بطلان از روئے عقل بھی اور از رُوئے شریعت بھی بے ساختہ طور پر معلوم ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ ان کو اللہ کے حکم پر مت اُتارو کیونکہ تم کو کیا معلوم ہے کہ اللہ کا حکم ان کے بارے میں کیا ہے اور نیز آپ کا وہ ارشاد جو حضرت سعدؓ کو فرمایا کہ بلاشبہ تُو نے اُن کے بارے میں وہ فیصلہ کیا جو حق تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اُوپر سے کیا تھا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ سوال کہ اے اللہ! میں تیرے سے ایسے حکم کا خواستگار ہوں جو تیرے حکم کے مطابق ہو۔ یہ سب باتیں بہت سی ادلۂ عقلیہ اور سمعیہ کی معیت میں اس خیال کے بطلان کی رہنمائی کرتی ہیں۔

شیخ محی الدین نوویؒ لکھتے ہیں۔

وقد اختلف العلماء فی ان کل مجتہد مصیب ام المصیب واحد وهو من وافق الحکم الذی عند الله تعالیٰ والاٰخر مخطئ لا اثم علیه لعذره والاصح عند الشافعی واصحابه ان المصیب واحد[1]۔

ترجمہ۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا (مسائل مختلف فیہا میں) ہر ایک مجتہد مصیب ہے یا فقط وہی ایک اور وہ وہی جس کی رائے اس حکم کے موافق پڑجائے جو اللہ

[1] نووی جلد ۲ ص ۱۲۹ شرح مسلم

دوسرا مخطی ہوگا لیکن گناہگار نہ ہوگا کے نزدیک پہلے سے متعین ہے
کیونکہ وہ معذور تھا تو امام شافعی اور ان کے پیروؤں کا صحیح ترین مسلک یہی ہے
کہ مصیب کوئی ایک ہوتا ہے۔

شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ انما انا بشر وانہ یاتینی الخصم لعل بعضکم ان یکون ابلغ من بعض الحدیث کے تحت میں لکھتے ہیں:-

وفیہ ان المجتہد قد یخطئ ویرد بہ علی من زعم ان کل مجتہد مصیب
وفیہ ان المجتہد اذا اخطأ لا یلحقہ اثم بل یوجر کما سیاتی۔[1]

ترجمہ۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مجتہد سے کبھی کبھی خطا بھی ہوتی ہے تو یہ حدیث صحیح ان لوگوں کی رد میں پیش کی جائے گی جو کہتے ہیں کہ ہر ایک مجتہد مصیب ہی ہوتا ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مجتہد اگر خطا بھی کرتا رہے تب بھی گنہگار نہیں ہوتا بلکہ ماجور رہتا ہے جیسا کہ اس کا باب آگے آتا ہے۔

اور باب مایذکر من ذم الرای میں تحریر فرماتے ہیں:-

والی ھذا یومی قول الشافعی فیما اخرجہ البیہقی بسند صحیح الی احمد بن حنبل سمعت الشافعی یقول القیاس عند الضرورۃ ومع ذٰلک فلیس العامل برائہ علی ثقۃ من اللہ وقع علی المراد من الحکم فی نفس الامر وانما علیہ بذل الواسع فی الاجتہاد لیوجر ولو اخطأ وباللہ التوفیق[2]

ترجمہ۔ اور اسی کی طرف اس قول میں اشارہ موجود ہے جو بیہقی نے بسند صحیح بحوالہ امام احمد بن حنبل نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں نے امام شافعی کو یہ کہتے سنا کہ قیاس ضرورت کے وقت جائز ہے مگر ساتھ ہی قیاس اور رائے پر عمل کرنیوالے کو یہ وثوق نہیں ہو سکتا کہ اس کی رائے ٹھیک اس حکم پر جا پہنچی ہو جس کا فی الواقع

---

[1] فتح الباری جلد ۱۳ صہ ۱۳۲ [2] ایضاً صہ ۲۴۵

حق تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے بس اس کا کام تو اتنا ہی ہے کہ اجتہاد میں اپنی پوری طاقت صرف کرکے ثواب حاصل کرے خواہ وہ اس اجتہاد میں وہ کیوں مخطی نہ ہو۔

پھر باب اجر الحاکم اذا اجتہد فاصاب او اخطأ میں اذا حکم الحاکم فاجتہد ثم اصاب فلہ اجران واذا حکم فاجتہد ثم اخطأ فلہ اجر کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

ای ظن ان الحق فی جہتہ فصادف ان الذی فی نفس الامر بخلاف ذٰلک فالاول لہ اجران اجر الاجتہاد واجر الاصابۃ والآخر لہ اجر الاجتہاد فقط وقد تقدمت الاشارۃ الی وقوع الخطأ فی الاجتہاد فی حدیث ام سلمۃ انکم تختصمون الی ولعل بعضکم ان یکون الحن بحجتہ من بعض۔[1]

ترجمہ یعنی مجتہد نے خیال کیا کہ حق اس طرف ہے اور اتفاق ایسا ہوا کہ نفس الامر میں حق اس کے جانب مخالف میں تھا تو پہلے مجتہد کو فقط اجتہاد کا ثواب ملے گا۔ باقی یہ کہ اجتہاد میں خطا بھی واقع ہوتی ہے اس کی طرف ام سلمہؓ کی حدیث انکم تختصمون الی الخ کے تحت میں اشارہ کیا جا چکا ہے۔

پھر ابوبکر ابن العربی کا یہ قول نقل فرمایا ہے :۔

تعلق بہذا الحدیث من قال ان الحق فی جہۃ واحدۃ للتصریح بتخطئۃ واحد لا بعینہ۔[2]

ترجمہ۔ اس حدیث سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو کہتے ہیں کہ حق کسی ایک ہی طرف ہوتا ہے کیونکہ حدیث میں لا علی التعین کسی ایک کے تخطیہ کی تصریح موجود ہے۔

اس کے بعد حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک قول علامہ مازری کا نقل کیا ہے۔ جس کو میں ذیل میں درج کروں گا۔

---

[1] فتح الباری جلد ۱۳ ص ۳۶۸ [2] ایضاً ص ۳۶۹

لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جو لوگ حق عند اللہ واحد مانتے ہیں اور المجتہد یخطی و یصیب کے قائل ہیں وہ جیسا کہ اس مسئلہ معینہ کے اعتبار سے یوں کہہ سکتے ہیں کہ اس خاص مسئلہ میں حق عند اللہ ایک جانب ہے۔ اسی طرح مجموعہ مسائل اجتہادیہ کے لحاظ سے یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ حق عند اللہ فریقین کے اندر منحصر ہے یعنی دونوں سے باہر نہیں۔ اگر بعض مسائل میں ایک مجتہد مصیب اور دوسرا مخطی ہے تو دوسرے بعض مسائل میں اس کا عکس ہوگا۔ اس اعتبار سے حق جانبین میں رہے گا۔ بلکہ خاص ایک معین مسئلہ کے اعتبار سے بھی اگر الحق فی الطرفین کا اطلاق کر دیں تو اس معنی سے صادق ہو سکتا ہے کہ حق ان دونوں سے خارج نہیں بلکہ انہیں دونوں میں منحصر اور دائر ہے۔ اگرچہ تعین مخطی اور مصیب کا بشخصہ نہ کیا جا سکے۔ پس علامہ مازری کے سیاق عبارات میں تامل کرنے سے انشاء اللہ تعالیٰ یہی مفہوم ہوتا ہے کہ جس مذہب کی انہوں نے الحق فی الطرفین کے عنوان سے نقل کیا ہے وہ یہی مذہب ہے جو مجتہد کو مخطی اور مصیب دونوں تسلیم کرتا ہے۔ کیونکہ جیسا کہ آپ عبارت میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ اس کے مقابل میں وہ دوسری جماعت قائم کر رہے ہیں جس کا مسلک کل مجتہد مصیب ہے اور اسی ترتیب سے پھر دلائل بیان کیے ہیں۔ چنانچہ حافظ لکھتے ہیں :-

قال المازری تمسک بہ رای بالحدیث اذا حکم الحاکم فاجتہد) کل من الطائفتین من قال ان الحق فی الطرفین ومن قال ان کل مجتہد مصیب۔ اما الاولی فلانہ لو کان کل مصیبًا لم یطلق علی احدھما الخطاء لاستحالۃ النقیضین فی حالۃ واحدۃ واما المصوبۃ فاحتجوا بانہ صلی اللہ علیہ وسلم جعل لہ اجرا فلو کان لا لم یصب لم یوجروا واجابوا عن اطلاق الخطاء فی الخبر علی من ذھل عن النص او اجتہد فیما لا یسوغ الاجتہاد فیہ من القطعیات فیما خالف الاجماع فان مثل ھذا ان اتفق لہ الخطاء فنسخ حکمہ وفتواہ ولو اجتہد بالاجماع وھو الذی یصح علیہ اطلاق الخطأ واما من اجتہد فی قضیۃ

لیس فیہا نص ولا اجماع فلا یطلق علیہ الخطاء واطال المازری فی تقریر ذلك والانتصار له وختم کلامه بان قال ان من قال ان الحق فی الطرفین ہو قال اکثر اہل التحقیق من الفقہاء و المتکلمین وہو مروی عن الائمة الاربعة وان حکی عن کل منہم اختلاف فیه۔[1] اھ

ترجمہ: علامہ مازری نے فرمایا کہ اس حدیث (اذا حکم الحاکم فاجتہد الخ) سے دونوں فریق استدلال کرتے ہیں وہ بھی جو یہ کہتا ہے کہ حق دونوں طرف دائر ہے (کسی مسئلہ میں اس طرف ہوتا ہے اور کسی مسئلہ میں اس طرف) اور وہ بھی جس کے نزدیک ہر مجتہد مصیب ہے (یعنی حق ہر ایک مسئلہ میں اس طرف بھی ہے اور اس طرف بھی) پہلا فریق کہتا ہے کہ اگر ہر مجتہد مصیب ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک پر خطأ کا اطلاق کیوں فرماتے حالانکہ وہ نقیضین (خطأ اور صواب) ایک حالت میں جمع نہیں ہوسکتیں۔ اور دوسرا فریق جو ہر ایک مجتہد کی تصویب کرتا ہے اس کا ماخذ یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے کے واسطے بھی ایک ثواب مقرر فرمایا ہے اور اگر وہ مصیب نہ ہوتا ثواب بھی نہ ملتا۔ باقی حدیث میں جو لفظ خطأ کا اطلاق واقع ہوا ہے۔ اس کا جواب وہ یہ دیتے ہیں کہ یہ ان صورتوں کے ساتھ مخصوص ہے جن میں کوئی نص موجود تھی اور مجتہد کو اس سے ذہول ہوا۔ یا اس نے کسی ایسے مسئلہ میں اجتہاد کیا جس میں اجتہاد کی گنجائش نہ تھی، مثلاً وہ قطعیات جن کے انکار سے اجماع کی مخالفت ہوتی ہو، پس اگر اس قسم کی غلطی مجتہد سے اتفاقاً ہوجائے تو اس کا حکم اور فتویٰ بالاجماع ناقابل عمل ہے۔ اگرچہ اس نے پوری ہمت سے اجتہاد کیا ہو۔ اور

---

[1] فتح الباری جلد ۱۳ صہ ۲۶۹

اسی قسم کی غلطی پر خطا کا اطلاق کرنا صحیح ہے۔ باقی جب مجتہد نے کسی ایسے معاملے میں قیاس کیا جو نہ منصوص ہے اور نہ مجمع علیہ ہے۔ اس پر خطا کا اطلاق صحیح نہیں۔ اس کے بعد مازری نے اس مسلک کی تقریر اور حمایت میں طویل کلام کرنے کے بعد ان الفاظ پر اپنے بیان کو ختم کیا ہے کہ فقہاء اور متکلمین میں سے اکثر اہل تحقیق کا یہی قول ہے کہ حق طرفین میں دائر ہے اور یہی مذہب ائمہ اربعہ سے منقول ہے اگرچہ اُن سے اس بارہ میں کچھ اختلاف بھی نقل کیا گیا ہے۔

پس اس عبارت میں الحق فی الطرفین کا لفظ دیکھ کر یہ شبہ نہ پیدا ہونا چاہیئے کہ علامہ مازری سب مصنفین کے خلاف اور فقہاء و متکلمین اور ائمہ اربعہ سے تعدد حق کا قول نقل کر رہے ہیں۔ کیونکہ جیسا کہ میں نے گذارشش کیا۔ وحدت حق کے ماننے والوں سے بھی اپنے مذہب کے بیان کرنے میں اس عنوان (الحق فی الطرفین) کا اختیار کر لینا چنداں مستبعد نہیں ہے۔ خصوصًا جبکہ سیاق وسیاق سے اس کی کافی تشریح ہو سکتی ہو اور بالفرض اگر ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ کو شبہ گذرتا ہے تو یہ نقل تمام مصنفین کی نقل کا مقابلہ نہیں کر سکتی:

الغرض ہمارے اوپر کے بیان سے جمہور اہل سنّت کا مسلک آپ کو معلوم ہو گیا کہ باعتبار حکم نفس الامری اور حق عند اللہ کے مجتہد مخطی بھی ہوتا ہے اور مصیب بھی۔ بالخصوص جب کہ یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ مسائل منصوصہ میں حق عند اللہ واحد ہوتا ہے اور یہ بھی مسلم ہے کہ ان الحکم الا للّٰہ کے اقتضاء کے موافق قیاس مظہر حکم ہے مثبت علم نہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ مجتہد فیہ مسائل میں جو کہ عند التامل شارع ہی کی طرف منسوب ہیں وحدت حق کا انکار کیا جاوے۔

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ عقد الجید میں جس کے ابتدائی صفحات ہماری معروضات کے خلاف شبہات پیدا کر سکتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:۔

واذا تحقق عندك ما بيناه علمت ان كل حكم يتكلم فيه المجتهد باجتهاده منسوب الى صاحب الشرع عليه الصلوٰة والسلام اما الى لفظه

او الی علة ماخوذة من لفظه واذا کان الامر علی ذلک ففی کل اجتهاد مقامات احدهما ان صاحب الشرع هل اراد بکلامه هٰذا المعنی او غیره وهل نصب هٰذه العلة مدارا فی نفسه حین ما تکلم بالحکم المنصوص علیه اولا فان کان التصویب بالنظر الی هٰذا المقام فاحد المجتهدین لا بعینه مصیب دون الاخر. وثانیهما ان من جملة احکام الشرع انه صلی اللّٰه علیه وسلم عهد الی امته صریحًا او دلالة انه متی اختلف علیهم نصوصه او اختلف علیهم معانی نص من نصوصه فهم مامورون بالاجتهاد واستفراغ الطاقة فی معرفته ما هو الحق من ما اذا تعین عند مجتهد شیٔ من ذلک وجب علیه اتباعه کما عهد الیهم انه متی اشتبه علیهم القبلة فی اللیلة الظلماء یجب ان یتحروا او یصلوا الی جهة وقع تحریهم علیها فهذا حکم الشرع بوجود التحری کما علق وجوب الصلوٰة بالوقت وکما علق تکلیف الصبی ببلوغه فان کان البحث بالنظر الی هٰذا المقام نظرنا ان کانت المسئلة مما ینقض فیه اجتهاد المجتهد فاجتهاده باطل قطعا وان کان فیها حدیث صحیح وقد حکم بخلافه فاجتهاده باطل ظنا وان کان المجتهدان جمیعا قد سلکا ما ینبغی لهما ان یسلکاه ولم یخالفا حدیثا صحیحًا ولا امرا ینقض اجتهاد القاضی والمفتی فی خلافه فهما جمیعًا علی الحق (ای بالنظر الی المقام الثانی لما صرح فیما تقدم ان المصیب واحد لا بعینه بالنظر الی المقام الاول)[1]

ترجمہ۔ اور جب کہ وہ باتیں جو ہم نے پہلے بیان کی ہیں تمہارے نزدیک محقق ہو گئیں

---

[1] عقد الجید ص ۳۳

تو تم نے یہ بھی سمجھ لیا ہوگا کہ ہر ایک ایسا حکم جس پر مجتہد اپنے اجتہاد کی قوت سے
کلام کرتا ہے وہ منسوب شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی طرف ہوگا یا تو شارع کی
صریح الفاظ کی طرف اس کی نسبت ہوگی اور یا کسی ایسی علت کی طرف جو شارع
کے الفاظ سے نکالی گئی ہو۔ اور جب قصہ یوں ہے (کہ مجتہد کے بتائے ہوئے کل
احکام شارع علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں یعنی یہ دعوےٰ کیا گیا ہے کہ خود شارع
نے تنقیحاً یا تعلیلاً یہ احکام دیئے ہیں) تو اب یہاں دو درجہ ہیں۔ پہلا درجہ یہ ہے
کہ آیا فی الحقیقت شارع نے اپنے کلام سے اسی معنی کا ارادہ کیا تھا جو مجتہد نے
سمجھے ہیں یا اس کے سوا کوئی اور معنی مراد تھے اور آیا حکم منصوص کا جب شارع
نے تکلم فرمایا تو اپنے دل میں اسی علت کو اس نے حکم کا مدار ٹھہرایا تھا جس کو
مجتہد نے قرار دیا ہے یا اور کچھ تو اس درجہ میں کوئی ایک ہی مجتہد مصیب ہو سکتا
ہے (یعنی جس کا اجتہاد شارع کی مراد اور مقصود کے موافق رہا ہو) دوسرا درجہ یہ
ہے کہ منجملہ احکام شریعت کے ایک یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحۃً یا
دلالۃً اپنی امت کو یہ وصیت فرمائی ہے کہ جب ان کو اپنے نبی کے نصوص مختلف
معلوم ہوں یا ایک ہی نص کے معانی میں اختلاف پیش آتے تو وہ مامور ہیں کہ
نبی کے دریافت کرنے میں اجتہاد سے کام لیں اور اپنی پوری پوری طاقت اس
میں صرف کریں۔ اس کے بعد جب ایک مجتہد کے نزدیک کوئی ایک بات متعین
ہو جائے تو اس پر اسی کا اتباع واجب ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے امت کو یہ وصیت فرمائی ہے کہ جب اندھیری رات میں (مثلاً) قبلہ مشتبہ
ہو جائے تو اول خوب تحری کریں پھر جس طرف تحری سے قبلہ متعین ہو اسی طرف
کو نماز پڑھ لیں تو یہ ایک ایسا حکم ہے جس کو شریعت نے تحری پر معلق رکھا ہے
جس طرح نماز کی فرضیت وقت کے آنے پر معلق ہے اور کسی لڑکے کا مکلف ہونا

اس کے بالغ ہونے پر مکلف ہے پس (اگر مجتہد کے مخطی اور مصیب ہونے کی بحث) اس درجہ میں آکر ہو تو دیکھا جائے گا کہ یہ مسئلہ ان مسائل میں تو نہیں جن میں مجتہد کا اجتہاد ٹوٹ جاتا ہے اگر ایسا ہو تو اس کا اجتہاد قطعاً باطل ہوگا اور اگر اس مسئلہ میں کوئی حدیث صحیح تھی اور مجتہد کا حکم اس کے خلاف ہوا تو ظن غالب یہ ہے کہ اس کا اجتہاد باطل ہے اور اگر دونوں مجتہد اس مسلک پر چلے جس پر اُن کو چلنا چاہیئے تھا اور کسی حدیث صحیح کی انہوں نے مخالفت بھی نہیں کی اور نہ کسی ایسے امر کا خلاف کیا جس کے خلاف میں قاضی اور مفتی کا اجتہاد قائم نہیں رہ سکتا تو اس صورت میں دونوں مجتہد حق پر ہوں گے (یعنی باعتبار درجہ ثانیہ کے کیونکہ درجہ اولیٰ کے اعتبار سے تو کسی ایک مجتہد کے مصیب ہونے کی تصریح پہلے ہو چکی ہے)۔

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں:۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخبر ان الحاکم المجتہد المخطی له اجر و المصیب له اجران ولو کان کل منهما اصاب حکم اللہ باطناً وظاهراً لکان سواء ولم ینقض حکم الحاکم والمفتی اذا تبین ان النص بخلافه و ان کان لم یبلغه من غیر قصور ولا تقصیر ولما قال النبی صلی اللہ علیه وسلم فانک لا تدری ما حکم اللہ فیهم ولما قال لسعد لقد حکمت فیهم بحکم الملک ان کان کل مجتهد یحکم بحکم اللہ تعالیٰ وارتفاع اللوم بحدیث المختلفین فی صلوٰۃ العصر فی بنی قریظة وحدیث الحاکم[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو آگاہ فرمایا کہ حاکم مجتہد جب مخطی ہو تو اس کے لیے ایک اجر ہے اور مصیب ہو تو دو اجر ہیں اور اگر دونوں مجتہدوں میں سے ہر

---

[1] فتاویٰ ابن تیمیہ جلد ۳ صـ ۱۷۹

ایک کی رسائی ظاہراً و باطناً ٹھیک ٹھیک اللہ تعالیٰ کے حکم تک ہو جاتی تو پھر دونوں کا اجر بھی مساوی ہوتا اور حاکم اور مفتی کا قول اس صورت میں نہ ٹوٹ سکتا جب کہ یہ ظاہر ہو جائے کہ نص صریح اس کے مخالف ہے مگر مجتہد کو وہ نہیں پہنچی باوجودیکہ اس کی طرف سے کسی قصور اور کوتاہی کا اظہار نہیں ہوا اور اگر ہر مجتہد کا حکم اللہ ہی کا حکم ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ارشاد نہ فرماتے کہ تو نہیں جانتا کہ اللہ کا حکم ان کے بارے میں کیا ہے اور حضرت سعدؓ سے یوں خطاب نہ فرماتے کہ تو نے ان کے متعلق وہ فیصلہ کیا جو بادشاہ کا فیصلہ تھا (باقی جب کہ دو مجتہدوں میں سے کوئی ایک خطا پر ہو تو مخطی پر کچھ ملامت کیوں نہیں ہو سکتی) اس کا جواب اس حدیث میں ہے کہ جس کے اندر عصر کی نماز بنی قریظہ میں پڑھنے نہ پڑھنے کی بابت صحابہ کرامؓ کا اختلاف بیان ہوا ہے۔

اور شیخ ابن ہمامؒ تحریر الأصول میں لکھتے ہیں :-

بل الدليل اطلاق الصحابة الخطأ في الاجتهاد شائعاً متكرراً بلا نكير كعلي وزيد بن ثابت وغيرهما من مخطئة ابن عباس في ترك العول وهو اي ابن عباس خطأهم في القول به وقول ابي بكر في الكلالة اقول برأيي فان يكن صواباً فمن الله وان يكن خطأ فمني ومن الشيطان وعن ابن مسعودؓ مثل قول ابي بكر ففي سنن ابي داؤد عنه فان يك صواباً فمن الله وان يك خطأ فمني ومن الشيطان والله ورسوله بريئان وقول عمر في المجهضة ان كان قد اجتهد فقد اخطأ عثمان وعبد الرحمن بن عوف اثم مع حذف وزيادة۔[1]

ترجمہ۔ بلکہ بڑی دلیل مجتہد کے مخطی ہونے کی یہ ہے کہ صحابہؓ صراحتہً خطأ فی الاجتہاد کا

---

[1] تحریر الاصول جلد ۳ صد ۳۰۹

اطلاق کرتے تھے اور باوجودیکہ یہ بات ان میں عام تھی لیکن کسی صحابی کا اس پر انکار کرنا مسموع نہیں ہوا۔ دیکھو ترک عول کے مسئلہ میں حضرت علیؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو خطا پر بتلایا اور ابن عباسؓ عول کے قائل ہونے پر ان حضرات کا تخلیہ کرتے تھے اور کلالہ کے مسئلہ میں حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ میں اپنی رائے سے بیان کرتا ہوں اور اگر وہ درست ہو تو اللہ کی طرف سے ہے اور درست نہ ہو تو میری طرف سے اور شیطان کے دخل سے ہے اور اس طرح کا قول ابن مسعودؓ کا سنن ابی داؤد میں موجود ہے کہ اگر یہ مسئلہ صحیح ہے تو حق تعالیٰ کی ہدایت سے ہے ورنہ اس کو میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے سمجھو۔ کیونکہ اللہ اور اس کا رسول ایک غلط بات سے بری ہے اور فاروق اعظمؓ نے محصنہ کے مسئلہ میں فرمایا کہ اگر عثمانؓ اور عبدالرحمن بن عوفؓ نے اجتہاد کیا ہے تو ان سے اس اجتہاد میں غلطی ہوئی۔

آخر میں یہ بتلانا بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ باوجودیکہ چاروں امام وحدت حق کے قائل ہیں اور المجتہد یخطی ویصیب کے مدلول کو صحیح جانتے ہیں لیکن تاہم کسی مجتہد کا جھٹ پٹ مخطی کا لفظ استعمال کرنے کو نازیبا اور خلاف احتیاط سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اس بارہ میں جو تفصیل و تفتیش حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی ہے اس کا اقتباس یہاں درج کیا جاتا ہے

قال الامام احمد من رواية محمد بن الحكم وقد سأله عن الرواية عن رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اختلفت فاخذ الرجل باحد الحديثين فقال اذا اخذ الرجل بحديث صحيح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم واخذ اخر بحديث ضده صحيح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال الحق عند الله واحد وعلى الرجل ان يجتهد ويا خذ احد

الحدیثین ولا یقول لمن خالفہ انہ مخطی اذا اخذ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وان الحق فیما اخذت بہ انا وھذا باطل ولکن اذا کانت الروایۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحیحۃ فاخذ بہا رجل واخذ اٰخر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واحتج بالشئ الضعیف کان الحق فیما اخذ بہ الذی احتج بالحدیث الصحیح وقد اخطأ الاٰخر فی التاویل مثل لا یقتل مومن بکافر واحتج بحدیث السلمانی قال فھذا عندی مخطی والحق مع من ذھب الیٰ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقتل مومن بکافر واذا روی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیث واحتج رجل وحاکم عن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان قد اخطأ التاویل وان حکم بہ حاکم ثم رفع الیٰ حاکم اٰخر رد الی حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واذا اختلف اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم واخذ اٰخر عن رجل اٰخر من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فالحق عند اللہ واحد وعلی الرجل ان یجتہد وھو لا یدری اصاب الحق ام اخطأ وھکذا قال عمر واللہ ما یدری عمر اخطأ ام اصاب ولکن انما کان رایا منہ قال احمد واذا اختلف اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واخذ اٰخر بقول التابعین کان الحق فی قول اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومن قال بقول التابعین کان تاویلہ خطأ والحق عند اللہ واحد۔[1]

ترجمہ۔ محمد بن الحکم نے امام احمدؒ سے استفسار کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایات مختلف ہوں اور کوئی آدمی ایک حدیث کو پکڑ لے تو اس

---

[1] فتاویٰ ابن تیمیہ جلد ۳ صفحہ ۱۶۴

صورت میں آپ کی کیا راتے ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب ایک مجتہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث سے استدلال کرے اور دوسرا بھی اس کے مقابلہ پر دوسری صحیح حدیث سے استدلال کرتا ہے تو اگرچہ حق عند اللہ کسی ایک جانب میں ہے لیکن آدمی کا کام یہ ہے کہ پورے اجتہاد کے بعد ایک حدیث کو لے لے اور اپنے مخالف کی نسبت یہ نہ کہے کہ اس نے خطا کی اور حق یہی ہے کہ جو میں کہتا ہوں اور باقی سب باطل ہے کیونکہ اس کا مخالف بھی آخر کار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے ہی اخذ کر رہا ہے۔ ہاں اگر ایک حدیث صحیح ہو اور دوسری ضعیف تو بے کھٹکے کہا جائے گا کہ حق اس کی طرف ہے جو حدیث صحیح سے استدلال کرتا ہے اور حدیث ضعیف سے استدلال کرنے والا مخطی ہے مثلاً لا یقتل مومن بکافر حدیث صحیح ہے تو اس کے مقابلہ میں سلمان کی حدیث سے استدلال کرے گا وہ مخطی ہوگا اور اگر ایک مجتہد یا حاکم تو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استدلال کر رہا ہے اور دوسرا کسی صحابی کا قول پیش کرتا ہے تو اس دوسرے نے خطا کی اور اگر کسی حاکم نے اس دوسرے کے موافق فیصلہ کر دیا پھر اس کا مرافعہ کسی دوسرے حاکم کی عدالت میں کیا گیا ہے۔ تو یہ دوسرا حاکم پہلے کے فیصلہ کو توڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کی طرف لوٹا دے گا اور اگر ایک شخص ایک صحابی کے قول کی سند پکڑتا ہے اور دوسرا دوسرے صحابی کے قول سے۔ تو خدا کے نزدیک حق پر کوئی ایک ہے۔ لیکن انسان کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے اجتہاد کو کام میں لائے اور اس وقت اس کو یہ معلوم نہیں ہوگا کہ وہ خطا پر ہے یا صواب پر ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ایسا ہی فرمایا کہ عمرؓ نہیں جانتا کہ وہ خطا پر ہے یا صواب پر۔ البتہ ایک رائے اس کی تھی

(جو بیان کردی گئی) امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر ایک شخص تو صحابہؓ کے اقوال سے استدلال کرتا ہے اور دوسرا اس کے جواب میں تابعین کے اقوال سے تو حق صحابہؓ کے اقوال کی طرف ہوگا اور اس وقت تابعین کے اقوال سے احتجاج کرنا غلطی ہوگا اور بہرحال حق اللہ کے نزدیک کسی ایک طرف ہے۔

امام احمدؒ کے اس کلام سے اندازہ کرو کہ ایسے بڑے بڑے جلیل القدر اور رفیع المنزلت ائمہ یہ یقین رکھنے کے باوجود ہر مسئلہ میں حق صرف ایک ہو سکتا ہے۔ پھر بھی اپنے مخالف کے تخطیہ میں کس قدر محتاط تھے۔ چنانچہ جو کچھ بھی حسن ظن ائمہ کرام کی نسبت آج باقی ہے وہ ان ہی پاک بزرگوار ہی کی احتیاط اور بے تعصبی اور فراخ دلی اور حسن تادب کا نتیجہ ہے۔

برّد اللہ مضاجعهم ونوّر اللہ قبورهم وأفاض علینا شآبیب برکاتهم آمین۔

وقد بقی خبایا فی الزوایا ترکنا ابرازها مخافة التطویل واللہ یقول الحق وهو یهدی السبیل وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ فقط